آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۸ بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۰۹ء نمبر ۲

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ - فروری سنہ ۱۹۰۹ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا - چندہ سالانہ عوام سے عہ ۔ طلبا ر سے عہ

روپیہ بہت سی کتابوں سے بڑھ کر دیکھو میگزین کا ۱۸ نمبر ریویو

ضروری اطلاع

تفسیر القرآن کا حجم اس سال زیادہ کر دیا گیا ہے۔ یعنی بجائے ساٹھ صفحے سہ ماہی کے قریباً نوے صفحے سہ ماہی ہوا کریں گے اور قیمت میں اسقدر اضافہ کیا گیا ہے کہ بجائے ۱۲ کے عہ سالانہ ہوگی چونکہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اکثر احباب نے یہ شوق ظاہر کیا تھا کہ اسکے صفحوں کی تعداد بڑھائی جاوے تاکہ جلدی کوئی معتد بہ حصہ قرآن کریم کی تفسیر کا لوگوں تک پہنچ جاوے اس لیئے یہ تبدیلی کیگئی۔ اکثر احباب نے یہ بھی وعدہ فرمایا تھا کہ وہ نئے خریدار پیدا کرینگے۔ امید ہے کہ سب دوست توسیع اشاعت کی کوشش کرکے ان نادر مضامین کو جو اس تفسیر میں نکلتے ہیں دوسرے بھائیوں تک پہنچانیکا ذریعہ بنکر ثواب حاصل کرینگے۔

اوامر و نواہی۔ ۳۰۰ سے زائد صفحوں کی کتاب ہے جس میں سید عبدالحی صاحب عرب نے قرآن کریم کے احکام اور نہیاں جمع کی ہیں۔ اصل آیات کے ساتھ اُردو ترجمہ بھی ہے۔ اسکے علاوہ چھ قسم کی اربعین اس کتاب کے ساتھ بڑھائی گئی ہے۔ اصل قیمت اس کتاب کی عہ تھی۔ مگر صدر انجمن احمدیہ نے عرب صاحب سے بہت سی جلدیں خرید کر قیمت قریباً نصف کردی ہے یعنی ۹ر فی جلد۔ ایک نہایت مفید کتاب ہے۔ احباب اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔ انجمن کے پاس جسقدر کتابیں ہیں وہ فروخت ہو جانیکے بعد یہ کتاب صرف اصل قیمت پر مل سکے گی۔

یسرنا القرآن۔ اس قاعدہ کی قبولیت اب ملک میں عام طور پر پھیل گئی ہے۔ اور اب چوتھی مرتبہ تعداد میں چھ ہزار شائع کیا گیا ہے۔ قیمت بھی کم کردی گئی ہے۔ یعنی عربی حصہ کی قیمت جسکو پڑھنے کے بعد بچہ قرآن شریف کو خود بخود پڑھنے لگتا ہے۔ ۱۰ر کردی گئی ہے۔ پہلے ۲ر قیمت تھی۔

البیان۔ حضرت مولوی محمد احسن صاحب کی لطیف تصنیف ہے جسمیں مس شیطان والی حدیث پر مبسوط بحث کیگئی ہے قیمت ۱ر

عمدۃ الاحکام۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفقہ حدیثیں مع ترجمہ۔ قیمت ۸ر

اسلام کی پہلی کتاب۔ مصنفہ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب قیمت صرف ۴ر فی جلد ہے۔

آئینہ صداقت۔ مصنفہ مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر قیمت صرف ۲ر

مبادی الصرف۔ مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح مولنا حکیم نورالدین صاحب قیمت صرف ۲ر

مجموعہ فتاوی احمدیہ۔ مصنفہ مولوی محمد فضل خانصاحب چنگوی قیمت جلد اول عہ جلد دوم ۸ر جلد سوم ۸ر

الاستخلاف۔ مصنفہ قاضی ظہور الدین صاحب اکمل آف گولیکی قیمت صرف ۳ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

خونی مہدی

اسلامی مہدی کو اسرائیلی مسیح کے ساتھ ایک عجیب مشابہت ہے۔ یہودیوں کو ایسے حلیم اور غریب مسیح کی انتظار نہ تھی جیساکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ برخلاف اس کے وہ یہ امیدیں باندھے ہوئے تھے کہ مسیح ہمارے لیے غازی کی شکل میں نمودار ہوگا اور اس اجنبی سلطنت کو جو اُنپر حکومت کرتی تھی یعنی رومیوں کی سلطنت کو اس مقدس سرزمین سے نکال دیگا جو کہ حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام کا تخت گاہ رہ چکی تھی اور وہ غازی مسیح حضرت داؤد علیہ السلام کی قائم کردہ سلطنت کو پھر مضبوط کردیگا اور وہ یہودیوں کا بادشاہ ہوگا۔ انکی یہ امیدیں غلط خیالات پر مبنی تھیں یعنی حضرت مسیحؑ کے متعلق جسقدر پیشگوئیاں تھیں انکے فہم میں انہوں نے سخت غلطی کھائی تھی۔ مگر یہ غلط فہمی سلطنت کے ہاتھ سے نکل جانے اور ایک غیر قوم کے ماتحت آجانے کی وجہ سے اور بھی زیادہ ترقی اور استحکام پکڑ گئی تھی۔ ایک طرف تو پیشین گوئی میں انہیں یہ لکھا ہوا ملتا تھا کہ مسیح داؤدؑ کے گھرانے میں سے ہوگا اور بادشاہ ہوگا اور دوسری طرف وہ اپنی حالت زار کو دیکھتے تھے کہ ہم ایک غیر اور بت پرست قوم کے ماتحت ہیں اسلیئے وہ اس مشکل سے رہائی اور مخلصی دینے والے کی انتظار بڑے شوق اور خواہش سے کر رہے تھے صرف یہی امید انہیں سہارا دیئے ہوئے تھی اور یہی اُنکے لیئے ایک تسلی بخش بات تھی۔ مگر جو مسیح انکی طرف آیا اس نے انکی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ بجائے اسکے کہ موعود بادشاہ کے رنگ میں آکر انکو غیر قوموں کی ماتحتی سے نجات دے وہ یہودیوں کی تمام امیدوں کے برخلاف ایک غریب

وسکین واعظ کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اسلیئے نتیجہ یہ ہوا کہ یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کی تحقیر کی اور انکے مسیح موعود ہونے سے انکار کیا۔

یہی امور اسلامی مہدی کے متعلق پیش آئے۔ یہودیوں کی طرح عام مسلمان بھی ایک غازی مہدی کے انتظار میں لگے ہوئے تھے جس نے بادشاہی رنگ میں ظاہر ہوکر انگریزوں کے پنجے سے چھڑانا تھا اور اسلامی سلطنت کی دوبارہ بنیاد ڈالنی تھی۔ یہودیوں کی طرح پیشین گوئی کے سمجھنے میں انہوں نے بھی غلطی کی اور چونکہ انکی بھی ظاہری شان و شوکت جاتی رہی تھی۔ اور یہ دیکھ رہے تھے کہ سلطنت انکے ہاتھ سے نکل کر بُت پرست قوموں کے پاس چلی گئی ہے اسلیئے وہ بڑے شوق سے اس دن کا انتظار کر رہے تھے کہ کب اسلام کا پہلوان مہدی موعود آئے اور زمین کو کافروں سے پاک کر دے۔ اور ایک ایسی اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالے جو پہلی اسلامی سلطنتوں سے ہزارہا درجہ بڑھ چڑھکر ہو اور ایسی ہو کہ جسکی نظیر محال ہو۔ اقتراب الساعۃ۔ حجج الکرامہ اور حدیث الغاشیہ کے مفصلہ ذیل عبارتوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام مسلمان کیسے مہدی کا انتظار کر رہے تھے۔

اقتراب الساعۃ کا مصنف صفحہ ۹۴ پر مہدی موعود کے متعلق لکھتا ہے کہ "خدا کی طرف تلوار کے ذریعہ سے بلا وینگے۔ جو نہ مانیگا مارا جاویگا۔ جو انسے جھگڑیگا وہ کامیاب نہ ہوگا" پھر صفحہ ۹۸ پر لکھتا ہے "پھر تو زمین مہدی کے ہاتھ میں آجاویگی۔ اسلام اپنا کاندھا ڈالیگا سارے بادشاہ روئے زمین کے داخل اطاعت ہو جاوینگے۔ مہدی اپنا ایک لشکر طرف ہندوستان کے روانہ کرینگے۔ یہاں کے بادشاہ طوق بگردن ہوکر انکے پاس حاضر کیئے جاویں گے" پھر یہی مصنف صفحہ ۹۶ پر لکھتا ہے "انکے ہاتھ پر لڑائیاں ہونگی۔ یہ خزانے نکالیں گے شہر کے شہر فتح کریں گے۔ مشرق سے مغرب تک لے لیں گے۔ ہندوستان کے بادشاہوں کو گردن میں طوق ڈالکر انکے سامنے لاویں گے انکے خزائن بیت المقدس کا زیور ہوگا۔ میں کہتا ہوں۔ ہند میں ابتو کوئی بادشاہ بھی نہیں ہے۔ یہی چند رئیس ہندو یا مسلمان ہیں سو کچھ حاکم مستقل نہیں بلکہ برائے نام ہیں۔ بڑے بادشاہ اس ولائت کے یورپین ہیں۔ غالباً اُسوقت تک بھی یہی حاکم یہاں کے رہیں گے انہیں کو انکے روبرو

لیجاوینگے۔ یا اُسوقت تک کسی اور قوم کی حکومت اسجگہ قائم ہو جاوے اللہ ہی کو خبر ہے“
پھر یہی اقتراب الساعۃ کا مصنف سوڈانی مہدی کے ایک جرنیل کی ایک تحریر اپنی کتاب
میں شائع کرتا ہے۔ اس چٹھی کا خطاب انگریزوں کی طرف ہے جس کے آخری الفاظ یہ
ہیں ”یاد رکھو جب تک زمین بھر میں پورا پورا اسلام قائم نہ ہوگا تب تک مہدی کی تلوار
میان میں داخل نہ ہوگی“ اسی کتاب کا مصنف اس چٹھی پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے
لکھتا ہے ”میں کہتا ہوں کہ جو مضمون اس جواب کا ہے بے شبہ مہدی موعود یہی کام
کرینگے یعنی مسلمانوں کو اتباع کتاب وسنت پر۔ کفار کو اسلام پر مجبور کر دینگے۔ ساری دنیا
میں سوائے دین اسلام کے کوئی دین دوسرا باقی نہ رہے گا جو اُنکی مخالفت کریگا وہ ہلاک
ہوجائے گا خواہ نام کا مسلمان ہو یا اور کوئی ہو“ بالکل یہی خیال صاحب حدیث الغاشیہ کا
ہے دیکھو صفحہ ۳۴۶۔ اس کتاب کا مصنف صفحہ ۳۳۰ میں قرآن شریف کی ایک آیت کی
طرف اشارہ کرکے لکھتا ہے کہ ”یہ آیت پوری مصداق ہے حکومت فرقہ ضالہ کی۔ جب مہدی
موعود آجائیں گے یا عیسیٰ علیہ السلام نزول فرماویں گے۔ اُسوقت حال اس سارے مرتبہ
وکمزوری فوج جرار کا معلوم ہوجاویگا۔ ابھی تو کوئی مدمقابل نہیں ہے“ اس قول سے اچھی طرح
پتہ لگ سکتا ہے کہ گورنمنٹ کی نسبت بعض مولویوں کا کیا خیال ہے اور اس سے یہ بھی معلوم
ہوتا ہے کہ اُنکے نزدیک اُنکا خیالی مہدی اور آسمانی مسیح جلدی ظاہر ہونیوالے ہیں۔ صاحب
اقتراب الساعۃ سے اس مصنف کا اس بات میں اتفاق ہے کہ غالباً انگریزوں کے عہد حکومت
میں یہ سب کچھ واقع ہوگا اور یہ کہ اسکا وقت بہت ہی قریب ہے۔ حجج الکرامہ کا مصنف صدیق حسن
خاں صفحہ ۳۷۴ میں لکھتا ہے ”وپیش تمام روئے زمین بقبضہ اقتدار مہدی علیہ السلام آید واسلام
قرار گیرد وگردن انداز د وجمیع ملوک ارض حلقہ اطاعتش بگوش کشند ولشکرے بر ہندوستان
فرستد وفتح گردد وملوک ہند را غل کردہ پیش او آرند۔ یعنی اسکے بعد تمام زمین مہدی علیہ السلام
کے ماتحت پورے طور سے آجائیگی۔ دنیا کے تمام بادشاہ مہدی کے ماتحت ہوجائیں گے ہندوستان
کی طرف بھی وہ ایک فوج روانہ کریگا۔ جو کہ اسکو فتح کرنے کے بعد اسکے حاکموں کو زنجیروں میں
جکڑ کر اسکے روبرو لیجائیں گے“

مہدی موعود کے متعلق جس قسم کے عقائد عام مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں ان مذکورہ بالا فقرات سے انکا پتہ لگ سکتا ہے۔ یہ عقائد اُن خیالات سے بالکل مشابہ ہیں جو یہودی حضرت مسیح کے متعلق رکھتے ہوئے تھے۔ یہودیوں اور مسلمانوں ہر دو نے ان پیشگوئیوں کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ اور پھر جب اس غلط فہمی کے ساتھ جسمانی سلطنت کی خواہش مل گئی تو انکے خیالات اور بھی غلطی سے مملو ہو گئے۔ خدا نے اسرائیلی مسیح کو ایک غریب واعظ کے رنگ میں بھیجکر یہودیوں کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موعود مہدی اور مسیح آخر الزمان کو حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں بھیجکر مسلمانوں کے خیالات کا غلط ہونا ثابت کر دیا۔ احمدؑ ایسے وقت میں ظاہر ہوا جبکہ تمام نظریں اسکی طرف لگی ہوئی تھیں۔ وہ سچے نبی کے تمام نشانات لیکر نازل ہوا۔ قرآن نے اس کی تائید کی۔ اور صحیح حدیثوں نے اسکی صداقت پر مُہر کر دی۔ خدا تعالیٰ نے اس کے لیئے نشان ظاہر کیئے۔ لیکن احمدؑ بجائے اسکے کہ مسلمانوں کے زعم کے مطابق تلوار کے ساتھ آتا آپنے جہاد کی ممانعت کا فتویٰ شائع کر دیا اور غازی مہدی کے عقیدہ کی ہمیشہ کے لیئے بیخکنی کر دی۔ اس لیئے غازی مہدی اور عقیدہ جہاد کی تردید کے لیئے صرف اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ خدا کا رسول جو پیشین گوئی کی تصدیق کے لیئے آیا اور جس نے اپنی سچائی ہزارہا نشانوں سے ظاہر کی۔ یہانتک کہ اسکی سچائی پر آسمان اور زمین ہر دو نے گواہی دی۔ وہ خود غازی کے رنگ میں ظاہر نہ ہوا خدا نے اُن تمام نشانات کو ظاہر کر دیا جس سے اسکی سچائی ثابت ہوتی تھی۔ اور احمد کے دعاوی کی تصدیق میں اس نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

الغرض جس طرح کہ اسرائیلی مسیح نے نہ بادشاہ کے رنگ میں بلکہ ایک واعظ کے رنگ میں ظاہر ہوکر یہودیوں کی امیدوں کو جھوٹا کر دکھلایا۔ اسی طرح احمدؑ نے مسیح موعود و مہدی معہود کے منصب پر سرفراز ہوکر مسلمانوں کی امیدوں کا بے بنیاد ہونا ثابت کر دیا۔ جو کہ وہ غازی اور خونی مہدی کے متعلق اپنے دلوں میں بٹھائے بیٹھے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے تمام نشانات اور دلائل کے ساتھ ظہور فرماکر یہ ظاہر کر دیا کہ جنگجو نہیں بلکہ امن پسند مہدی ظاہر ہونے والا تھا اور یہ پیشین گوئی حضرت صاحب کے وجود سے پوری ہوئی۔

قرآن شریف پر غور کرنیسے بھی ہم اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ قرآن نے کسی جگہ زبردستی اور ظالمانہ

طریقوں سے اشاعت دین کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ اس نے صاف طور سے فرما دیا ہے کہ دین کے معاملہ میں کوئی اکراہ نہیں کیونکہ قرآن شریف نے سیدھی راہ اور گمراہی کی راہ کو کھولکر بیان کردیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغي۔ کیا اسکے یہ معنے نہیں کہ کسی سے جبرًا اسلام نہ منوایا جاوے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اسلام کے نور کو روز روشن کی طرح ظاہر فرما دیا ہے اور جس کسی کو ذرا بھی حق کی جستجو ہو اگر وہ تھوڑی سی بھی کوشش کرے تو اسکو سچائی کے پانے میں کوئی مشکل پیش نہ آئیگی۔ خدا تعالیٰ مومنوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اسلام کی خوبیوں کی طرف لوگوں کی توجہ کو مبذول کریں تاکہ وہ لوگ خود اپنی آنکھوں سے انکو دیکھیں اور مانیں۔ اور اسلام کی اشاعت کے لیئے جبر و اکراہ کو بالکل منع فرماتا ہے

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولو شاء ربك لآمن من فی الارض کلھم جمیعًا۔ افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مؤمنین۔ وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لایعقلون یعنی اگر خدا تعالیٰ چاہے تو جسقدر مخلوقات روئے زمین پر ہے سب کو مسلمان بنا سکتا ہے پس جب خدا تعالیٰ ایسا نہیں کرتا تو پھر کیا تو ترغیب اور تحریص سے لوگوں کو مسلمان ہونیکے لیئے مجبور کر سکتا ہے جب تک خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے اذن نہ ہو کوئی روح مومن نہیں بن سکتی پس خدا کی لعنت تو ان لوگوں پر ہوتی ہی جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ پس مذکورہ بالا آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مذہب قبول کروانے کے لیئے کسی قسم کا تشدد اور جبر نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر جبر کی اجازت خدا کی طرف سے ہوتی تو کیوں نہ خدا ہی جبرًا تمام لوگوں کو مسلمان بنا دیتا۔ یہ آیات مسئلہ غازی مہدی اور جہاد کی کافی تردید کرتی ہیں۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو طرح طرح کے شرکوں اور بدعات میں مبتلا دیکھا تو آپکی روح درد سے کوفتہ ہوگئی اور آپ کو بہت ہی فکر لگی کہ کسی طرح لوگ سچائی کو دیکھیں اور اسلام قبول کریں۔ آپنے اس زور سے لوگوں کو ترغیب و تحریص دینی شروع کی کہ گویا وہ بھی لوگوں کو ایک طرح کا مجبور کرنا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپکو وحی کی کہ نہیں آپکا صرف اتنا کام ہے کہ آپ یہ پیغام لوگوں کو کھولکر پہنچا دیں اور اگر کوئی سچائی کو نہیں مانتا اور قبول نہیں کرتا تو آپ اس بات سے مغموم نہ ہوں اور کسی قسم کا غم نہ کھاویں۔ آپکا کام جبرًا

منوانا نہیں۔ یہ ان لوگوں کی اپنی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ سچائی کو قبول کریں یا اس کے ماننے سے انکار کریں۔ جس خدا کی یہ تعلیم ہو وہ اپنے نبی یا رسول کو پھر کس طرح کہہ سکتا ہے کہ تم تلوار کے ذریعے لوگوں کو اسلام میں داخل کرو۔ کیا تلوار کے ساتھ اشاعت اسلام مذکورہ بالا آیتوں کے رو سے کسی طرح جائز ہے۔ ہرگز نہیں۔ جبکہ خدا حد سے زیادہ ترغیب و تحریص دینے سے منع کرتا ہے تو وہ کس طرح ایک جنگی نبی کو بھیج سکتا ہے کہ جاؤ اور لوگوں کو جبراً مسلمان بناؤ۔ ان آیتوں میں تو نبی اور مومنوں کیلئے صرف اتنا حکم ہے کہ تمہارا کام پیغام پہنچا دینا ہے اور کچھ نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے سچائی کو روشن دلائل سے واضح کر دیا ہے۔ اور اسکے ماننے میں اب کوئی روک نہیں۔ جو کہ اسپر غور و خوض کرتے ہیں۔ وہ تو اسے قبول کر لیتے ہیں اور جو اتنی بھی پروا نہیں کرتے کہ ذرا بھی اس معاملہ میں سوچیں تو پھر خدا بھی انہیں ظلمت میں چھوڑ دیتا ہے جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔ یعنی قرآن شریف غور اور فکر کرنے کی ترغیب دیتا ہے مگر جب ایک شخص کے سر پر ایک دوسرا شخص تلوار لیئے کھڑا ہے اور اسکو کہا جاتا ہے کہ یا تو اسلام قبول کرو یا موت تو ایسی حالت میں کوئی سوچے تو کیا سوچے اور کب سوچے۔ یہ بات خدا تعالیٰ کی نظر۔۔۔ میں سخت مکروہ ہے۔ اور قرآن شریف کی صریح تعلیم کے برخلاف ہے۔ خدا تعالیٰ کو سچے ایمان کی ضرورت ہے لیکن سچا ایمان جبر و اکراہ سے پیدا نہیں ہوتا۔ قرآن شریف میں کئی ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے رسول تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ تو ہماری بات کو پہنچا دے۔ مثلاً قرآن شریف کی یہی آیت انما علیٰ رسولنا البلاغ المبین۔ (پارہ ۷، رکوع ۲) یعنی ہمارے رسول کا صرف اتنا کام ہے کہ بات کو کھول کر پہنچا دے۔ یہ آیت صاف طور سے بتلاتی ہے کہ اسلام میں جبر کی اجازت نہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کبھی نہیں چاہا کہ تم لوگوں کو اسلام قبول کرنے کیلئے مجبور کرو۔ القصہ یہ عقیدہ کہ کوئی خونی مہدی ہوگا اور وہ آکر جہاد شروع کریگا۔ اور مسلمان بنانے کیلئے لوگوں کو مجبور کریگا یہ ایک ایسا گندہ اور مفسد اصول ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم کے بالکل مخالف ہے اس لیئے قابل پذیرائی نہیں۔

اس کے علاوہ قرآن شریف میں اس قسم کی بھی آیتیں ہیں جن سے یہ پتہ لگتا ہے کہ یہودی

عیسائی اور بت پرست قیامت تک دنیا میں رہیں گے اور کوئی ایسا وقت نہیں آئیگا کہ وہ سب مسلمان ہوجاویں عیسائیوں اور یہودیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن شریف میں اللہ تعالے فرماتا ہے واغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ یعنی ہم نے انکے درمیان بغض اور عداوت ڈالدی ہے اور یہ روز قیامت تک رہیگی۔ پھر حضرت علیہ السلام کے متبعین کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ یعنی میں تیرے متبعین کو تیرے مخالفوں پر قیامت تک غلبہ دونگا ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی اور یہود اور نیز دیگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر قیامت تک رہیں گے۔ یہ آیتیں اس خیال کا قلع قمع کرتی ہیں کہ مہدی تمام دنیا کا بادشاہ ہوگا اور تمام دنیا کو جبراً مسلمان بنائیگا۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ لوگ پھر مرتد ہوکر اپنے اپنے مذہبوں میں چلے جاوینگے۔ تو اس سے مہدی کی ناکامیابی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ تمام دنیا کو مسلمان بنانیسے کیا فائدہ جبکہ یہ تمام دنیا پھر مرتد ہوجائیگی۔ اس لیئے قرآن شریف غازی اور خونی مہدی کے عقیدہ کے بالکل مخالف ہے اور ایسا ہی جہاد کا۔ قرآن کی رو سے نہ کوئی غازی مہدی ہوگا اور نہ جبراً لوگوں کو اسلام میں داخل کرنیکے لیئے کوئی جہاد ہوگا۔

ممکن ہے کہ کوئی سوال کرے کہ جس حالت میں اسلام میں جبر منع ہے تو نبی کریمؐ نے کیوں تلوار اُٹھائی۔ اسلیئے وہ آیتہ کریمہ ذیل میں لکھی جاتی ہے جن میں نبی کریم اور آپکے اتباع کو تلوار اُٹھانیکی اجازت دی گئی اور اسی آیت میں وہ وجہ بھی مذکور ہے جس کے لیئے اجازت دی گئی:- اُذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حقٍ الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعضٍ لھدمت صوامع وبیع و صلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیراً۔ یعنی ان لوگوں کو اجازت ہے کہ تلوار اُٹھائیں کیونکہ انکے برخلاف لڑائی کی گئی اور ان پر ظلم کیئے گئے اور تحقیق اللہ تعالیٰ انکی مدد کیلیئے بہت طاقت رکھتا ہے۔ یہ لوگ اپنے وطنوں سے ناحق صرف اس بات پر نکالے گئے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر خدا اسطرح بعض کو بعض کے ذریعہ دفع نہ کرتا

رہتا تو البتہ ضرور ضرور ایسی جگہیں گرادی جاتیں جیسی کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے معبد اور گرجے اور مسجدیں جہاں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت ہوتا ہے۔ تلوار کے ذریعہ اسلام کو پھیلانے کی اجازت دینا تو کجا یہ آیتیں ایسے اکراہ کو بالکل منع کرتی ہیں کیونکہ انکی تعلیم یہ ہے کہ تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کی تعظیم کرنی چاہیئے۔ مذہبی آزادی پوری ہونی چاہیئے اور اگر کسی طرح یہ میسر نہ آسکے تو اس آزادی کے لیئے خون بہانے میں یا جان کے دینے میں کوئی حرج نہیں۔ مسلمانوں کو تلوار اُٹھانے کی اسلیئے اجازت نہیں دیگئی کہ وہ جبراً کافروں کو مسلمان بنادیں بلکہ اس لیئے کہ کفار کی زیادتیوں اور تعدیوں سے بچ جادیں۔ کافروں نے مسلمانوں کو اسلام قبول کرنیکی وجہ سے بہت سی تکلیفیں دیں۔ انکو وطن سے نکال دیا اور جس جگہ ان غریبوں نے جاکر پناہ لی وہاں بھی انکا پیچھا نہ چھوڑا اور جو مکہ میں پیچھے رہ گئے تھے انکو سخت سخت آزار پہنچائے۔ یہ بات کب گوارا ہوسکتی تھی اگر ان کافروں کو انہی کے حال پر چھوڑ دیا جاتا اور انکا کوئی مقابلہ نہ کیا جاتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مومنوں کا ایک چھوٹا سا گروہ دنیا سے بالکل نابود کردیا جاتا اور خدا کا نام لیوا پھر کوئی زمین پر نہ رہتا اور پھر اسلام اور اسکے پاک اور مقدس بانی کا کوئی نام تک نہ سنتا۔ کفار عرب اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ اسلام کی کلی کو کھلتے ہی مسل ڈالیں اور ایسا وقت آگیا تھا کہ اگر اسلام کو اپنی زندگی اور ترقی منظور تھی تو وہ ان تعدیوں کے روکنے کیلیئے کوشش کرتا اور جو ضروریات دفع مضرت ہیں انکو بہم پہنچاتا۔ وہ طوائف الملوکی کا زمانہ تھا ملک میں کوئی سلطنت موجود نہ تھی جو کمزور مسلمانوں کو زبردست ظالم اور خونخوار دشمنوں کے ہاتھ سے پناہ دیتی اور بچاتی۔ پس ایسے وقت میں جبکہ کافر ظلم کی حدود سے بھی باہر ہوگئے اور انہوں نے مستقل ارادہ کرلیا کہ اسلام کو ہمیشہ کیلیئے فنا کردیں تو اسوقت خدا تعالیٰ نے اجازت دی کہ مسلمان ظالم سے اپنا بچاؤ کریں۔ مگر یاد رہے کہ یہ اجازت انکو اسوقت ملی جبکہ انپر زیادتیاں کی گئیں انکو اپنے وطن مالوف سے نکالا گیا اور مال اور اسباب چھین لیئے گئے اور پھر جس جگہ انہوں نے پناہ لی وہاں بھی انکا پیچھا نہ چھوڑا۔ لیکن ابھی انکی تعداد بہت کم تھی اس لیئے خدا تعالیٰ نے اپنی مدد کا وعدہ بھی فرمایا۔ ایک چھوٹا سا گروہ کسطرح امید کرسکتا تھا کہ وہ عرب کے مغرور اور منتقم لوگوں کو جو انسے تعداد میں لاکھوں زیادہ تھے بزور شمشیر مسلمان بنا سکیں گے

اسلیئے یہ ایک بالکل بیہودہ بات ہے کہ انہوں نے تلوار اسلیئے اٹھائی کہ اس کے زور سے وہ دوسروں کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے لاویں۔ انہوں نے تلوار اس لیئے اٹھائی کہ انکو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے اور مخلصی کی کوئی راہ نہ سوجھتی تھی۔ اسلیئے اب انکی نظریں آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ کسی طرح سے انکو اپنی جان بچانے کے لیئے تلوار اٹھانیکی اجازت ملجائے۔ اور وہ اجازت آخرکار انکو ملگئی۔ خدا تعالیٰ نے اجازت دیدی کہ اب تم تلوار کے ذریعہ اپنی جانوں۔ اپنی بیکس عورتوں اور کمزور بچوں کی حفاظت کرو۔ اور دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالم کے ہاتھ کو اب روک دینا چاہیئے کیونکہ اگر اسکو اپنی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تو کوئی بھی آزادی سے اپنے مذہب کی پیروی نہ کر سکے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے مذاہب کے عبادت خانے بھی گرا دیئے جائیں گے۔ پس اب میں اپنے مسلمان بھائیوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا مہدی اس لیئے آئے گا کہ وہ عیسایوں یہودیوں ہندوؤں اور بدھ مذہب کے معبد خانوں کو گرا دے؟ کیا مہدی کے مبعوث کرنے سے خدا تعالیٰ کا یہی منشا ہے؟ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ طاقتور کو اجازت نہیں دینی چاہیئے کہ کمزور پر ظلم کرے اور ایک مذہب کے پیرو دوسرے مذاہب کے عبادت خانوں کو نہ گرا دیں خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ مسلمان ان معبد خانوں کی عزت کریں۔ اسکا تو یہ بھی حکم ہے کہ تم مٹی اور پیتل کی تصویروں کو بھی برا نہ کہو۔ اس صورت میں کس طرح اللہ تعالیٰ ایسا نبی یا رسول مبعوث کر سکتا ہے کہ جس کا صرف کام یہی ہو کہ تمام دنیا میں گھوم کر گرجوں صومعوں ہیکلوں اور مندروں کو گراتا پھرے اور بزور شمشیر غیر مسلمانوں سے اسلام کا زبانی اقرار لیتا پھرے؟ کیا مہدی اسلام کے اصولوں کو تہ و بالا کرنے کیلیئے آئیگا؟ کیا مہدی کے دنوں میں قرآن شریف کے احکام منسوخ کیئے جائیں گے؟ نبی کریم نے فرمایا تھا کہ مہدی علیہ السلام اسلیئے آئیں گے کہ اصل اسلام جسے لوگ بھول گئے ہوں گے اُسے دوبارہ زندہ کریں اور رونق دیں مگر جو کام مولوی لوگوں نے انکے ذمہ لگا دیئے ہیں انسے تو اسلام کے اصل اصولوں کی بیخکنی ہوتی ہے۔ قرآن شریف کی تعلیم ہے کہ مذہبی آزادی ہونی چاہیئے خواہ اسکے حاصل کرنیکے لیئے خون کیوں نہ بہانا پڑے اور مختلف مذاہب کے عبادت خانوں کو برقرار رکھنا چاہیئے اور انکی تعظیم کرنی چاہیئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع

وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔ یعنی اگر ہم بعض کو بعض کے دفع کرنے میں نہ لگا دیتے تو عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے معبد اور مسلمانوں کی مسجدیں جہاں اللہ تعالیٰ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے ضرور گرا دیئے جاتے "کیا یہ آیت صاف طور سے نہیں بتاتی کہ ان عبادت گاہوں کو ہرگز گرانا نہیں چاہیئے جس کے یہ معنے ہیں کہ دوسرے مذہب کے پیروؤں کو پوری مذہبی آزادی ہونی چاہیئے؟ کیا یہ امر تعجب خیز نہیں کہ حضرت مہدی کا دنیا میں آنے سے ایک ہی مقصد ہو اور وہ یہ کہ وہ دوسرے مذاہب والوں کے عبادت خانوں کو گراتے پھریں اور تمام غیر مسلموں کے قتل عام کا حکم دیدیں۔ اور طرہ یہ کہ ہو بھی قرآن شریف کی صریح تعلیم کے خلاف ایسی تعلیم اسلام کے لیئے ہتک آمیز ہے اور مسلمانوں کے لیئے جائے شرم ہے مگر تعجب پر تعجب ہے کہ مولوی لوگ اب بھی نہایت بے باکی سے اسی کا وعظ کیئے جاتے ہیں اور اپنی تصنیفوں میں یہی تعلیم شائع کرتے رہتے ہیں۔ پھر قرآن شریف میں یہ بھی ہے لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ سورہ الممتحنہ یعنی خدا تعالیٰ تمھیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان لوگوں سے نیکی کا سلوک کرو اور انسے انصاف سے پیش آؤ جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں لڑائی نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے تمہارے گھروں سے تم کو نکالا ہے۔ یاد رکھو خدا تو عدل کرنیوالوں سے ہی محبت رکھتا ہے (سورۃ ۶۰) یہ آیت صاف طور سے بتلاتی ہے کہ مسلمانوں کو صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کی اجازت ملی تھی جنہوں نے ان پر ظلم کیئے تھے۔ انسے لڑائیاں کی تھیں اور پھر گھروں سے بھی نکالدیا تھا۔ مگر وہ لوگ جو مسلمانوں سے مزاحم ہی نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے کسی طرح کی تکلیف ہی دی تھی ان سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی کا سلوک کرو اور انصاف اور مہربانی سے پیش آؤ۔ یہ خدا کا حکم ہے اور اسی بات کو خدا پسند بھی کرتا ہے اس آیت کے ہوتے ہوئے حضرت مہدی کسطرح تمام غیر مسلم دنیا سے لڑائی کر سکتے ہیں۔

الغرض قرآن شریف بزور شمشیر اشاعت اسلام کے خیال کو رد کرتا ہے۔ اور اگر حضرت مہدی کے دنوں میں شریعت کا مدار قرآن شریف پر ہی رہنا ہے تو ہم مجبور ہیں کہ خونی مہدی کے عقیدہ کو رد کردیں۔ کیونکہ خود قرآن شریف اس بات کی تردید کرتا ہے۔

اس عقیدہ کی تردید نہ صرف قرآن شریف ہی کرتا ہے بلکہ حدیثیں بھی کرتی ہیں۔ اگر ہم غور سے حدیثوں کا مطالعہ کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کافروں سے کوئی جہاد نہ کریں گے۔ بلکہ حدیثوں سے تو یہاں تک پایا جاتا ہے کہ ان دنوں میں مذہبی لڑائیاں ہی بند ہو جائیں گی اور آنحضرتؐ اسلام کو صلح کے طریقوں سے پھیلائیں گے۔

میں مسیح اور مہدی کا ایک ہونا ثابت کر آیا ہوں کہ یہ دو مختلف شخصوں کے نام نہیں ہیں بلکہ ایک ہی شخص کے دو القاب ہیں۔ مسیح موعودؑ نے ہی مہدی موعود ہونا تھا۔ یعنی اس زمانہ کے مسیح کا نام ہی مہدی تھا۔ مسیح موعود کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب یعنی مجھے اس ذات کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ وقت قریب ہے کہ جب تمہارے درمیان ضرور ضرور ابن مریم ظاہر ہوگا جو حَکَم عدل ہوگا۔ صلیب کو توڑیگا اور خنزیروں کو قتل کریگا اور لڑائی کو بند کر دیگا (صحیح بخاری) پس ایک صحیح حدیث یہ بتلاتی ہے کہ آپ جنگوں کا خاتمہ کر دیں گے جسکے دوسرے لفظوں میں صرف یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ وہ جنگ و جدال سے اشاعت اسلام نہیں کرینگے بلکہ امن اور آشتی سے کام کرینگے۔

پھر مسیح موعود کے متعلق ایک اور حدیث ہے۔ فبینما ھم کذلک اذ اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسی ابن مریم انی قد اخرجت عباداً من عبادی لا یدان لک بقتالھم فحرز عبادی الی الطور۔ یعنی وہ اسی حالت میں ہونگے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر وحی نازل کریگا کہ تحقیق میں نے بندوں میں سے بعض بندے ایسے پیدا کئے ہیں جنکا تو مقابلہ نہیں کر سکتا پس تو میرے بندوں کو لیکر طور میں لیجا اور وہاں پناہ دو۔ (حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱) یہ حدیث صاف طور سے بیان کرتی ہے کہ مسیح موعود ایسے وقت میں مبعوث ہوگا جبکہ صفحہ زمین پر ایسی ایسی قومیں بھی ہونگی جن کے ساتھ مسلمان ہرگز مقابلہ کرنیکے قابل نہ ہونگے اس لئے مسیح موعود کو کوئی لڑائی نہیں کرنی پڑیگی اسکو صرف اتنا حکم ہوگا کہ اپنے لوگوں کو مینا

پہاڑ میں لیجاؤ۔ یہ وہ پہاڑ ہے جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تجلیات موسیٰ علیہ السلام پر کی تھیں اور اس زمانہ میں یہ پہاڑ ان تجلیات کے لیئے ایک خاص تخت گاہ تھا کیونکہ اسی جگہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے لیئے بڑے بڑے نشانات اور خوارق ظاہر فرمایا کرتا تھا۔ اسی طرح اس آخری مسیح موعود کو بھی حکم ہوگا کہ تم اپنے لوگوں کو کوہ طور میں لیجاؤ یعنی جسطرح موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہ پہاڑ بسبب تجلیات الٰہی کے بنی اسرائیل کے ترقی ایمان کا سبب بنا اسی طرح ان نشانات آسمانی اور خارق عادت امور کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ مسیح موعود کے لیئے ظاہر فرماویگا۔ اسکی جماعت کے ایمان کو تقویت پہنچیگی اور جسطرح اللہ تعالیٰ نے اس پرانے زمانہ میں مقدس پہاڑ پر اپنی تجلّی ظاہر فرمائی اسیطرح وہ اپنی قدرت کے بڑے بڑے نشان دکھلاکر اپنا جلال مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی ظاہر کریگا۔ جسطرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا اسی طرح اس نے مسیح موعود سے کلام کرنا تھا۔ یعنی مسیح موعود نے خدا کا تخت گاہ بنکر ظاہر ہونا تھا جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلیات اور قدرت اور جبروت بڑے بڑے نشانوں کے ساتھ ظاہر کرنی تھیں۔

یہ حدیث نہ صرف زمانہ کیحالت کا نقشہ کھینچکر بتلاتی ہے بلکہ موعود کے وجود پر بھی پوری روشنی ڈالتی ہے۔ اسنے ایسے وقت میں مبعوث ہونا تھا جبکہ دنیا میں ایسی قومیں موجود ہوں کہ جنکا بحری اور بری طاقت میں کوئی قوم مقابلہ نہ کرسکتی ہو کیونکہ انکے پاس سامان ایسے موجود ہونگے کہ چاروں طرف ہلاکت ڈالنے والے ہوں۔ اور اس نے لوگوں کو للکار کر اپنے جھنڈے کے تلے صرف مرنے اور مارنیکے لیئے جمع نہیں کرنا تھا۔ بلکہ اس کا کام صرف یہ تھا کہ نشانات آسمانی دکھلاکر لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف لے آئے اور ظلمت سے نکالکر انوار الٰہیہ میں داخل کردے۔ یہ حدیث کافی اور وافی طور سے ثابت کرتی ہے کہ مسیح جنگی آدمی نہیں ہوگا بلکہ امن کا شاہزادہ ہوگا جس کا کام صرف یہ ہوگا کہ وہ آسمانی نشان دکھلاکر لوگوں کو نورِ حق کی طرف بلائے۔ اور زمانہ کے فتن سے امن میں لائے۔

ایک اور بھی حدیث ہے جسکا ماحصل یہی ہے۔ نسائی اور احمد اس حدیث کو اسطرح بیان کرتے ہیں۔ عصابتان من امتی احرزھما اللہ من النار عصابۃ تغزو الھند

وعصابة تکون مع عیسی بن مریم۔ یعنی میری اُمت کے دو گروہ ہونگے جنہیں اللہ تعالیٰ نار سے بچائیگا ایک تو گروہ وہ ہوگا جو ہند میں جہاد کریگا اور ایک گروہ وہ ہوگا جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوگا۔" پہلا گروہ تو وہ ہے جس نے سید احمدؒ بریلوی کے ساتھ ہوکر جہاد کیا۔ وہ ایک بڑے راستباز تھے اور انکے مریدین میں بڑے بڑے مقدس اور متقی علما موجود تھے۔ آپ تیرھویں صدی ہجری کے اوائل میں ہوئے۔ جب آپنے یہ دیکھا کہ پنجاب کے مسلمانوں پر سکھ بڑا ظلم کر رہے ہیں جسکی وجہ سوائے احکام دینی کی بجا آوری کے اور کچھ نہ تھی۔ اور سکھوں کا ظلم یہانتک بڑھ گیا ہے کہ مسلمانوں کو مسجدوں میں آذان دینے کا حکم تک نہیں تو اسوقت آپنے ارادہ کیا کہ اپنے مظلوم بھائیوں کو سکھوں کے ظلم سے مخلصی دلوائیں آپنے اپنا وطن چھوڑا اور ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ آپنے سکھ سلطنت پر حملہ کرنیکا ارادہ کر لیا آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس کام کیلیئے آپنے تلوار اُٹھائی ہے اس کام کو اللہ تعالیٰ اور ذریعہ سے پورا کرنیوالا ہے۔ لیکن تلوار اُٹھانیسے آپکا اور کوئی مطلب نہ تھا سوائے اسکے کہ غریب اور مظلوم مسلمانوں کو سکھوں کے پنجۂ ظلم سے رہائی دیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کی اس مصیبت کو دیکھا اور اس نے اسکے لیئے ایک علاج تجویز کیا جو سید صاحب کے علاج سے بالکل مختلف تھا۔ خدا تعالیٰ جو تمام عالموں کا بادشاہ ہے اس نے انگریزوں کو بلایا اور سکھوں کے راج کو اُڑا دیا اور ظلم کی جگہ مسلمانوں کو ایسی مذہبی آزادی دلادی جو شائد انکو مسلمان بادشاہوں کے وقت میں بھی نصیب نہ ہوئی ہو۔ مہربان گورنمنٹ انگلشیہ کے سائے کے تلے مسلمان اس آزادی سے اسقدر بہرہ ور ہوئے اور ہو رہے ہیں کہ انکو سکھوں کے وقت کی تمام تکالیف بھول گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہربان گورنمنٹ کو مغرب اقصیٰ سے اس لیئے بھیجا کہ یہ مسلمانونکو جابر ظالم کے ظلم سے چھڑائے اور مسیح موعودؑ بھی اپنا کام انکے زیر سایہ کر سکے۔ اب اس گورنمنٹ نے وہ کام دیا ہے جو کام کسی مسلمان سلطنت سے بھی حاصل ہونا دشوار ہے۔

لیکن سید صاحب نے گورنمنٹ انگلشیہ کے برخلاف نہیں بلکہ سکھوں کے برخلاف جھنڈا کھڑا کیا۔ اگرچہ آپ کا وطن مالوف سرکار انگلشیہ کے علاقہ میں تھا مگر آپنے سرکار انگریزی کے برخلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا نہیں کیا۔ بلکہ آپنے اپنا وطن چھوڑا اور پنجاب میں تشریف لائے اور یہاں

اگر آپ نے سکھوں پر وار کرنا چاہا۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ اسطرح کے غازی نہ تھے جیسا کہ اس لفظ کا عام مفہوم ہے یعنی کل کافروں کے قتل کا آپنے ارادہ نہ کیا۔ آپنے دیکھا کہ انگریزی عملداری میں مسلمانوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہے اسلیئے آپ انگریزی گورنمنٹ کے ہمیشہ وفادار ہے اور کبھی آپنے سرکار انگلشیہ کے برخلاف نہ قولاً اور نہ فعلاً کسی طرح بغاوت وغیرہ کے لیئے لوگوں کو نہیں اُکسایا بر خلاف اسکے آپنے اپنے مکتوبات میں کھلے الفاظ میں ظاہر کیا کہ چونکہ سرکار انگریزی کسی کے مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کرتی۔ اس لیئے اُنکے برخلاف جہاد کرنا ناجائز ہے۔ آپنے دیکھا کہ سکھوں کی عملداری میں ظلم ہو رہا ہے مسلمانوں کو مذہبی احکام بجالانیکی آزادی نہیں اسلیئے ایک سچے ہمدرد کی طرح آپنے اپنے مسلمان بھائیوں کو سکھوں کے ظلم سے بچانیکی کوشش کی۔ آخر آپ چند بہادر ساتھیوں سمیت اس کوشش میں شہید ہو گئے۔ چونکہ اُنکا مقصد اور مدعا بڑے اعلیٰ درجے کا تھا اس لیئے آپ خدا تعالیٰ کی نظروں میں شہید گردانے گئے۔ پس یہ وہی بہادر جاں نثاروں کا گروہ ہے جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں اشارہ فرمایا کہ ہندوستان میں ایک گروہ ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ نار جہنم سے بچائیگا اور وہ لوگ ہندوستان میں جہاد کرینگے۔ اور نبی کریم صلعم نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دوسرا گروہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نار جہنم سے بچائیگا وہ مسیح موعودؑ کے ساتھی ہیں۔ یہ مقابلہ صاف طور سے بتلاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کی جماعت جہاد نہیں کریگی کیونکہ یہی ایک بات ہے جو ہر دو کے درمیان مابہ الامتیاز ہے۔ یعنی ایک تو جہاد کرنیوالے ہیں اور دوسرے مسیح کے ساتھی۔ اگر دونوں گروہ غازی ہوتے تو نبی کریمؐ اسطرح فرق بیان نہ فرماتے کہ ایک گروہ ہند میں جہاد کریگا اور دوسرا گروہ مسیحؑ کے ساتھ ہوگا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ مسیح کا گروہ جہاد نہیں کریگا۔

الغرض اس بات سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا کہ مسیح موعودؑ نے سپاہیانہ رنگ میں ہرگز نہیں آنا تھا .... بلکہ اُسنے ایسے رنگ میں آنا تھا کہ نشانات آسمانی اور صلح پسند طریقوں سے اشاعت اسلام کا کام کرے۔ صرف یہی امر اس بات کے لیئے کافی ثبوت ہے کہ اُس نے غازی بنکر نہیں آنا تھا کہ اسکو ابن مریم سے مشابہت دکھنی ایک غازی تلوار کے ساتھ لڑنیوالا ہرگز مسیح ابن مریم کا مثیل نہیں کہلا سکتا کیونکہ حضرت مسیح تو

ایک مسکین واعظ کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ غازی ابن مریم نہیں ہوسکتا جیسا کہ بھیڑیا یا چیتا بھیڑ کا مثیل نہیں کہلا سکتا۔ مینے نواب صدیق حسن خاں کی کتاب سے یہ دکھایا ہے کہ مسیح موعودؑ کیوقت میں کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔ اور یہ بھی میں بیان کر آیا ہوں کہ مہدی اور مسیح کوئی دو جدا وجود نہیں۔ پس صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے ایک غازی کی طرح زرہ بکتر میں ظاہر نہیں ہونا تھا بلکہ آپنے امن سے دین کو پھیلانے کے لئے ظاہر ہونا تھا۔

لیکن اگر ہم مان بھی لیں کہ مہدی اور مسیح دو مختلف شخص ہیں جس طرح کہ عوام کا خیال ہے پھر بھی مہدی علیہ السلام غازی ہوکر نہیں آسکتے۔ ہمارے مخالف اس بات کو مانتے ہیں کہ مسیح اور مہدی ایک ہی وقت میں ہونگے۔ اگر دونوں ہمعصر ہیں اور ایک ان میں سے صلح کا شہزادہ اور رسول ہے تو اس صورت میں دوسرا لڑائی اور جنگ وجدال اور خونریزی کا حامی نہیں ہوسکتا۔ اگر دشمن ایسا غالب تھا جسپر مسیح فتح نہیں پاسکتا تھا تو اسپر مہدی کسطرح غالب آسکتا تھا اور اگر خدا نے مسیح کو تلوار اُٹھانیسے منع کرنا تھا تو یہی ممانعت مہدی کیلئے بھی چاہیئے تھی یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ مہدی تو کافروں سے جنگ کرتا پھرے اور دنیا کے تمام شہروں اور قوموں پر قابض ہوتا جائے مگر حضرت مسیح کے پاس وحی اس مضمون کی آئے کہ دشمن سے لڑائی اور جنگ کرنا نہیں چاہیئے۔

علاوہ اسکے مہدی موعودؑ کی نسبت صاف لکھا ہے کہ وہ جنگجو نہیں ہوگا بلکہ اسلام کو آشتی سے پھیلانیوالا ہوگا۔ حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۶۳ میں ابن حجر کا قول ہے بیدار نکند مہدی نائم را و نریزد خون را۔ یعنی مہدی نہ سوتوں کو جگائیگا اور نہ کسی قسم کا خون بہائیگا نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ مہدی عیسائیوں سے صلح کریگا۔ اسی حدیث کی بنا پر نواب صدیق حسن خانصاحب فرماتے ہیں کہ "مہدی با روم صلح امن کند" منقول از حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۷۔ اور ہمیں یہ بھی بتلایا جاچکا ہے کہ اسوقت تمام دنیا میں عیسائیوں کا زور ہوگا۔ اسطرح ثابت ہوگیا کہ مہدی علیہ السلام عیسائیوں سے جنگ نہیں کریں گے بلکہ ان سے صلح کرلیں گے اور یہی ایک قوم ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ زبردست ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ عیسائیوں سے صلح کرکے آپ جہاد کس سے کرینگے۔ کیا آپ یہودیوں ہندوؤں اور بدھ

مذہب والوں سے لڑیں گے؟ وہ تو آگے ہی مردہ ہیں۔ وہ کیا بات ہے جس سے آپ صلح کرنیکے لیئے عیسائیوں کو دوسری قوموں پر ترجیح دیں گے اور دوسرے لوگوں سے لڑینگے؟ کیا آپ کمزور اور بیکس و بےبس قوموں کے ساتھ لڑنے کیلیئے آئیں گے جنکے پاس اپنی حفاظت کا کوئی سامان موجود نہیں؟ یہودیوں پر تو پہلے ہی ذلت برس رہی ہے۔ وہ کون بزدل ہے جو انکے مارنے کیلیئے ہاتھ اٹھائیگا۔ ہندو آگے ہی ایک مفتوح قوم ہے انپر چڑھائی کرنیسے کوئی شان نہیں بڑھنے کی بلکہ اغلب ہے کہ ایسا کرنیسے عیسائی انگریزوں سے مٹ بھیڑ ہو جائے کیونکہ ہندوستان کے تو وہی مالک ہیں۔ اور اگر آپ عیسائیوں سے بوجہ انکے پورے سامانوں کے ساتھ مسلح ہونیکے کنارہ کشی کرینگے اور صلح کرلیں گے۔ تو آپ کو جاپانیوں سے ضرور کنارہ کرنا پڑیگا کیونکہ جاپانیوں نے روسیوں کو بری طرح پس پا کرنیسے ثابت کردیا ہے کہ وہ ایک طاقتور عیسائی سلطنت سے بڑھ چڑھکر ہیں۔ یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی کہ جب تلوار کے زور سے اسلام پھیلانا تھا تو پھر عیسائیوں سے صلح کیسی۔ اگر آپ کا مدعا بت پرستوں کو زبردستی مسلمان بنانیکا تھا تو آپکا پہلا کام یہ چاہیئے تھا کہ اول جنگ عیسائی قوم سے چھیڑیں کیونکہ یہی ایک قوم ہے جو اسوقت بہت زور والی ہوگی۔ اگر یہ کہا جاوے کہ عیسائیوں سے صلح ہمیشہ کیلیئے نہیں ہوگی کیونکہ یہ بھی بعض روایتوں میں آیا ہے کہ نو سال تک صلح رہیگی۔ تو یہ بات مان کر بھی اس نتیجہ میں کوئی فرق نہیں آتا جو ہم اوپر نکال چکے ہیں۔ کیونکہ اُس روایت میں یہ بھی ہے کہ عہد شکنی عیسائیوں کی طرف سے ہوگی نہ کہ مہدی کی طرف سے دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۷۳۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مہدی صلح کا عہد نامہ اس لیئے نہیں کرینگے کہ بعد میں توڑ دیں۔ بلکہ آپ کی طرف سے تو صلح ہمیشہ کے لیئے ہوگی اور اگر کوئی عہد شکنی ہوگی تو عیسائیوں کی طرف سے ہوگی کیونکہ حدیث کے روسے تو حضرت مہدی انکو انہی کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اگر آپنے زبردستی لوگوں کو مسلمان بنانا تھا تو آپکو چاہیئے تھا کہ کسی مشرک سے بھی صلح نہ کرتے صلح خواہ وقتی ہو یا دائمی ہو یہ اصول خونی مہدی کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسکی نسبت لکھا ہے کہ سب بادشاہ اسکے مطیع ہونگے اور کوئی شہر نہ ہوگا جسکو وہ فتح نہ کریں گے۔

پھر یہ بھی لکھا ہے کہ مولوی لوگ آپ پر کفر کا فتویٰ دینگے نواب صدیق حسن خاں لکھتا ہے
گویند ایں مرد خانہ برانداز دین وملت ما است وبمخالفت برخیزند وحکم تکفیر وتضلیل وے کنند۔
یعنی وہ کہیں گے کہ یہ آدمی اسلام کی جڑ میں کھوکھلی کر رہا ہے۔ پس تمام آپکے برخلاف ہوجائینگے
اور آپ پر کفر والحاد کا فتویٰ لگائینگے۔ منقول از حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳۔ اس بات سے صاف طور پر
پتہ لگتا ہے کہ مولویوں کی خواہشات کے مطابق آپ کا آنا ہرگز نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر آپ انکی تمام امیدوں کو
برلاتے یعنی جنگ کرتے۔ خون بہاتے۔ قوم کے بعد قوم فتح کرتے۔ اور مال غنیمت ملّاؤں کے
درمیان بانٹتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ انکو کافر وضال ومضل کہتے۔ وہ کبھی بھی آپکی مخالفت
نہ کرتے اور آپ کو کافر وملحد کبھی قرار نہ دیتے۔ ایسے عظیم الشان انسان کے سامنے جو تمام دنیا میں
تہلکہ مچادیگا اور بادشاہوں تک زنجیروں میں جکڑ کر جس کے روبرو لائے جاویں گے غریب
ملّاؤں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ یہ مسکین ایسے بزدل ہوتے ہیں کہ انکی ہستی ہی کیا ہے کہ ایسے
عظیم الشان انسان کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور کوئی لفظ اس کی شان کے خلاف کہدیں
اسلیئے یہ بات کہ ان کمزوردل مولویوں کو بھی جرأت ہوجائیگی کہ وہ مہدی کے خلاف کھڑے
ہوجائیں اور اسپر کفر کا فتویٰ لگادیں اور اُسے ملحد قرار دیں یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ مہدی جنگجو
آدمی نہیں ہوگا۔

پھر مہدی کے متعلق یہ بھی روایت آئی ہے کہ وہ زمین کو عدل اور صلح سے بھر دیگا۔ یہ بات
بھی اس امر کی غلطی ظاہر کرتی ہے کہ مہدی لڑائیاں کریگا۔ ایک شخص جو اپنا مذہب زبردستی منوائے
اور زمین کو بے گناہوں کے خون سے بھردے اور جو ہر جگہ شہروں کو گراتا پھرے اسکو کسطرح کہہ سکتے
ہیں کہ وہ زمین کو صلح اور عدل سے بھر دیگا۔ بذات خود ایک مذہب اچھا بھی ہو مگر اگر زبردستی
سے اس مذہب کو منوایا جائے اور لوگوں پر سختیاں روا رکھی جائیں تو اسکو انصاف نہیں کہہ سکتے۔
وہ سمجھ کوئی بڑی ہی مردا سمجھ ہوگی اور وہ عقل بڑی ہی بگڑی ہوئی ہوگی جو بے گناہوں کے قتل کو
عدل وانصاف گردانے۔ لیکن اس زمانہ کے مولویوں میں سے بہتوں کے خیالات ایسے ہی ہیں۔

پھر حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جسوقت ایمان ثریا پر چلا جائیگا تو اسکو ایک فارسی الاصل
شخص دوبارہ دنیا پر لائیگا۔ اور میں ثابت کرچکا ہوں کہ یہ فارسی الاصل مہدی موعود ہی ہوگا

پس یہ کام مہدی ہی کا ہے۔ ایمان کے ثریا پر جانیسے کیا مراد ہے؟ کیا اُس کے یہ معنے ہیں کہ مسلمان معدوم ہو جائیں گے اور مہدی انہیں دوبارہ زندہ کریگا؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو صاف ثابت ہے کہ مسلمان زمین پر موجود ہوں گے مگر وہ برائے نام مسلمان ہونگے۔ اصل ایمان واقعی مہدی کی بعثت کے وقت اُٹھ گیا ہوگا اور وہ اُسے دوبارہ از سرِ نو تازہ کریگا۔ پس کیا تلوار کے ذریعہ نورِ ایمان اور نورِ یقین لوگوں کے دلوں میں بٹھایا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تلوار جسم کو تو کاٹ سکتی ہے مگر یہ ایمان اور یقین اندر داخل نہیں کر سکتی۔ ایک آدمی کو جبراً ایک مذہب منوا سکتے ہیں مگر اس مذہب کی سچائی کا یقین زور سے اسکے دل میں نہیں ڈال سکتے۔ تلوار لیکر کوئی مہدی بجائے اسکے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں ایمان کو واپس لائے۔ وہ تو رہے سہے ایمان کو بھی لوگوں کے دلوں سے نکالنے والے ٹھہریں گے۔ انسان ایک ذیعقل ذی فہم اور ذی شعور مخلوق ہے۔ اسلیئے اگر کوئی بات اُسے سمجھائی ہو اسکو عقل اور دلائل کے رُو سے سمجھانی چاہیئے نہ کہ سزا کی دھمکی دیجاوے۔ کسی مذہب یا عقیدے کے منوانے کیلیئے جو شخص زبردستی یا ناجائز طریقوں کو عمل میں لاتا ہے وہ اس عقیدے یا مذہب کی سچائی تو کیا ظاہر کریگا اُلٹا اسکا اثر یہ ہوگا کہ لوگوں کی نظروں میں اس مذہب یا عقیدے کے متعلق اور بھی بُرے خیالات دلمیں بیٹھ جائینگے دین کو از سرِ نو زندہ کرنے کے معنے ہی یہ ہیں کہ اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کے لیئے شمشیر سے کام نہیں لیا جائیگا۔ بلکہ لوگوں پر دلائل اور آسمانی نشانات سے حق ظاہر کیا جاوے گا۔ اور یہی انبیاء کا طریق ہے۔

اب سوال ہو سکتا ہے جبکہ حدیثوں میں غازی مہدی کا ذکر نہیں تھا تو مسلمانوں کے درمیان یہ عقیدہ کسطرح آگیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس خیال کی زیادہ تر جڑھ متعصب ملاؤں کی قوت وا بہ ہے۔ کیونکہ یہ انہی کی بڑی خواہش تھی کہ بُت پرست اور کفار کو تہ تیغ کیا جاوے اور جبراً انسے اسلام قبول کرایا جاوے۔ اس لیئے وہ اس خیال کو ہمیشہ سے پکاتے چلے آئے ہیں۔ مگر تعجب انگیز امر یہ ہے کہ اگر ایسے لوگوں سے جو اپنے سامعین کو مہدی اور اسکی فتوحات کے متعلق بڑے بڑے لمبے قصے سنایا کرتے ہیں۔ اگر انسے بڑی سنجیدگی سے پوچھا جائے کہ مہدی کی فتوحات کے متعلق جسقدر لمبی لمبی روایتیں ہیں انکی نسبت تمہارا کیا خیال ہے

تو یہ خود مان لیتے ہیں کہ یہ تمام حدیثیں مجروح ہیں۔ صدیق حسن خاں اپنی کتاب حجج الکرامہ کے صفحہ ۲۴۸ پر لکھتا ہے اما شک نیست کہ مجموع اخبار و آثار کہ دربارۂ وجود وے و وقائع و حوادث و فتن و فتوح وغیرہا وارد شدہ افادہ صحت ظہور وے میکند کیف ما کان یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ خروج مہدی کے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ جن میں خروج مہدی علیہ السلام اور آپکے زمانہ کے واقعات اور حوادث اور آپکی فتوحات کا بہت ذکر ہے یہ سب اس بات کو ضرور ثابت کرتی ہیں کہ مہدی علیہ السلام ضرور تشریف لاویں گے خواہ کسی طرح سے اور کسی رنگ میں وہ ظاہر ہوں پھر ایک موقعہ پر آپ لکھتے ہیں مجموع این روایات ضعیفہ و مطعونہ افادۂ صحت و شہادت وجود وے در آخر زمان مے کنند اگرچہ خالص از آنہا از نقد اقل قلیل باشد واللہ اعلم یعنے یہ ضعیف اور مجروح حدیثوں کا مجموعہ کم سے کم اتنا تو ضرور ثابت کرتا ہے کہ آخر زمانہ میں امام مہدی صاحب ضرور تشریف لاویں گے اگرچہ ان میں سے خالص حصہ بہت ہی تھوڑا ہے۔ منقول از صفحہ ۳۶۵۔ صدیق خاں کے ان قولوں سے بخوبی پتہ لگتا ہے کہ خونی مہدی کا مسئلہ کسی صحیح حدیث کی بنیاد پر نہیں اس کو یقین ہے کہ آمد ضرور ہوگی خواہ کسی رنگ میں ہو و جس طریقہ سے یہ چاہے واقع ہو۔ دوسرے الفاظ میں اسکے یہ معنے ہوئے کہ یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ مہدی زرہ بکتر پہنکر جنگ کرنے کے لیئے ظاہر ہو یا جو روایتوں میں اسکی فتوحات کے متعلق ذکر ہے وہ سب کچھ واقع ہو کیونکہ فتوحات کے متعلق جسقدر حدیثیں ہیں وہ صدیق حسن خاں کی رائے میں معتبر نہیں۔ پس ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو کیا یہ تعجب خیز امر نہیں کہ ایک طرف تو یہ مانا جاتا ہے کہ فتوحات اور لڑائیوں کے متعلق جسقدر حدیثیں ہیں سب مجروح اور ضعیف ہیں اور دوسری طرف منبروں پر کھڑے ہو کر باواز بلند یہ وعظ کیا جاتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام جب اس دنیا میں تشریف فرما ہونگے اسوقت آپ تمام قوموں کو فتح کریں گے اور اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلائیں گے۔

اور سب سے زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ ان روایات کی طرف ذرا توجہ اور التفات نہیں

کیجاتی جن میں یہ لکھا ہے کہ مہدی علیہ السلام خون کا ایک قطرہ تک نہیں بہائیں گے یہانتک کہ آپ سوتوں کو بھی نہ جگائیں گے۔ لیکن اسکے علاوہ چند ایک اور امور ہیں جو مسئلہ غازی مہدی کے بہت ممد و معاون ہوئے ہیں۔ مَیں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ چند ایک خاندانوں نے یہ دعویٰ کیا کہ مہدی ہم میں سے ہوگا۔ یہ خاندان ملک گیری کے لیئے کوشش کر رہے تھے اس لیئے انکے ان دعاوی سے سوائے اسکے اور کوئی غرض نہ تھی کہ ملک اور سلطنت ہاتھ میں آجائے۔ تخت شاہی ان سب کا مقصد تھا اس لیئے ان دعاوی سے وہ صرف اپنی غرض کو پورا کرنا چاہتے تھے ہر ایک گھرانا یہ چاہتا تھا کہ لوگ اسکے طرفدار ہوکر لڑیں اسلیئے اپنے مقاصد کو اسلامی مقاصد کے پیرایہ میں ظاہر کرتا اور لوگوں کو ترغیب دیتا کہ اس کے جھنڈے کے نیچے ہوکر اسلام کے یعنی اس خاندان کے دشمنوں سے لڑیں۔ پس اسطرح رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں میں مہدی کے متعلق غلط خیال جمنے شروع ہوگئے اور اُس کے متعلق یہ عقیدہ قائم ہونا شروع ہوا کہ وہ بادشاہ ہوگا اور جنگ کریگا۔

یہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ کسطرح ابو مسلم نے عباسیوں کا ایجنٹ بنکر خراسان میں کام کیا اور اس خاندان کے لیئے مددگار جمع کرنے میں اس نے بہت ہی سعی کی خراسان میں جو جھنڈا کھڑا کیا گیا اس کا رنگ سیاہ تھا اور یہی رنگ فوجی لباس کا تھا۔ ذیل میں مَیں ایک حدیث لکھتا ہوں جو ان عباسی خاندان کے طرفداروں پر جو خراسان سے سیاہ لباس لیکر آئے اس خوبی سے چسپاں ہوتی ہے کہ بعض نے یہاں تک کہدیا ہے کہ یہ ایک وضعی حدیث ہی جو موقع اور محل دیکھ کر گھڑلی گئی۔ اور جس سے لوگوں میں یہ خیال پیدا کرنے کی کوشش کیگئی کہ مہدی اس خاندان میں سے ہونیوالا ہے وہ حدیث اسطرح پر ہے

اذا رأیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فأتوها فان فیھا خلیفة الله المھدی یعنی جب تم سیاہ جھنڈے خراسان کی طرف سے آتے دیکھو فوراً اس طرف جاؤ کیونکہ اس میں تمھیں خدا کا خلیفہ مہدی ملیگا۔ پس اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ مختلف گھرانوں نے بادشاہت اور سلطنت کے لیئے کوشش کی ہیں ہر ایک دعویدار نے

یہ کہا کہ مہدی ہم میں سے ہوگا اور اسکو نہ صرف روحانی خلیفہ ظاہر کیا بلکہ جسمانی بھی جس کا کام یہ تھا کہ وہ سلطنت حاصل کرنیکے لیئے پہلے اپنے تمام دشمنوں کو ہلاک کرے پھر اسکے بعد دنیا کو فتح کرے۔ اسلیئے ہر ایک مومن کا یہ فرض قرار دیا گیا کہ وہ ان جنگوں میں اس کی مدد کرے

اس غلط خیال کی ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بعض ایسی حدیثیں ہیں جن کا اطلاق دوسرے شخصوں پر ہوتا ہے مگر غلطی سے وہ سب مہدی موعود پر لگا دی گئیں۔ مثلاً بعض حدیثوں میں فاتح قسطنطنیہ کو نبی کریمؐ نے مہدی کہا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔ یہ پیشین گوئی اسوقت کی کتابوں میں درج ہے جبکہ قسطنطنیہ ابھی عیسائیوں کے ہاتھ میں تھا اور ابھی اسکی فتح کا وہم و گمان تک نہ تھا۔ لیکن یہ پیشین گوئی اُسی وقت پوری ہوگئی جبکہ سلطان محمد ثانی غازی نے قسطنطنیہ کو ۱۴۵۳ء میں فتح کیا۔ مَیں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ نبی کریمؐ نے لفظ مہدی کا اطلاق صرف آخری اور موعود پر ہی نہیں کیا بلکہ اور شخصوں کا بھی یہی نام رکھا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ آپ نے کُل خلفاء راشدین کو مہدی کے نام سے یاد کیا ہے۔ چونکہ مہدی موعود نے آپکے خلیفوں میں سے سب سے بڑا ہونا تھا اس لیئے وہی سب سے بڑے مہدی ہوئے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اور کوئی مہدی نہیں ہے۔ فاتح قسطنطنیہ کو آپنے مہدی کہا ہے اس لیئے حدیث کے رُو سے سلطان غازی محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ بھی ایک مہدی ہے۔ اس کا نام اور نبی کریمؐ کا اسم مبارک ایک ہی ہے یعنی محمدؐ اور یہ بھی حدیثوں میں مذکور ہے کہ اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ الغرض غلط فہمی کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ مہدی موعود پر وہ حدیثیں بھی لگا دی گئیں جو ہرگز آپکے متعلق نہ تھیں بلکہ اوروں کے لیئے تھیں اور ایک عرصہ ہوا کہ وہ پوری ہو چکیں بس یہ بھی ایک وجہ ہے کہ مہدی موعود کو غازی ظاہر کیا جاتا ہے۔

پھر اس ایک غلطی کے ساتھ ایک اور غلطی مل گئی۔ یعنی آپ پر بعض ایسی حدیثیں بھی چسپاں ہونے لگیں جنکا مہدی سے ذرا بھی تعلق نہ تھا اور وہ آپکی طرف ذرا سا اشارہ بھی نہیں کرتی تھیں۔ صرف اسلیئے کہ ان میں ایک جنگ کرنیوالے کا ذکر ہے۔ اگر کسی حدیث میں لڑائی کا ذرا سا بھی ذکر ہو تو اسکی نسبت یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ یہ حدیث مہدی کے متعلق ہے۔

اس قسم کی حدیثوں میں سے ایک بڑی حدیث وہ ہے جسکا عبداللہ ابن زبیر کی طرف اشارہ ہے۔ اس حدیث پر میں ایک پہلے مضمون میں مفصل بحث کر چکا ہوں۔ اس میں مہدی کا نام تک نہیں۔ اور جن واقعات کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ بدیہیاً عبداللہ ابن زبیر کے متعلق ہیں لیکن چونکہ اس میں لڑائیوں اور مال غنیمت کا ذکر ہے اس لیئے یہ حدیث بھی مہدی موعودؑ پر چسپاں کی گئی اور اسطرح یہ اعتقاد پختہ ہوگیا کہ مہدی لڑائیاں کرے گا اور غنیمت کا مال تقسیم کرے گا۔

ایک اور وجہ غازی مہدی کے مسئلہ کے پیدا ہونیکی یہ بھی ہوئی کہ بعض پیشین گوئیوں کے سمجھنے میں غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔ بعض ایسی حدیثیں ہیں جن میں مہدی کے متعلق لفظ مقاتلہ کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً مہدی کے متعلق ایک یہ روایت ہے۔ المھدی من عترتی یقاتل علی سنتی یعنی مہدی میرے خاندان میں سے ہوگا اور وہ میری سُنّت کے لیئے مقاتلہ کریگا۔ لفظ یقاتل۔ مقاتلہ سے نکلا ہے جس کے لفظی معنے ہیں "وہ لڑیگا" لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ تلوار سے ہی لڑے۔ اگر مہدی نے سُنّت نبوی کے لیئے مقاتلہ کرنا تھا تو اس کے یہی معنے نہیں کہ وہ تلوار چلائے گا بلکہ اس کے یہ بھی معنے ہیں کہ وہ میری سُنّت کو تازہ کرنیکے لیئے بہت کوشش اور سعی کریگا۔ کسی مقصد کے لیئے مقاتلہ کرنا ضروری نہیں کہ تلوار ہی سے ہو یہی لفظ اور حدیثوں میں آیا ہے مگر وہاں اس لفظ کے معنے تلوار کے ساتھ محاولہ کرنیکے نہیں۔ مثلاً مسلم میں مفصلہ ذیل حدیث ہے لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامۃ فینزل عیسی بن مریم۔ یعنی میری امت میں سے ہمیشہ ایک گروہ حق کے لیئے لڑتا رہیگا اور قیامت تک وہ غالب ہی رہیگا یہانتک کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہو جائیں گے۔

یہ بالکل صاف ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں حقیقی لڑائی کا بالکل ذکر نہیں بلکہ یہ لفظ استعارۃً استعمال ہوا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے ظہور سے پہلے فرقہ اہل حدیث اسکو اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ حق کی طرف سے ہو کر لڑنیوالا گروہ ہم ہی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقاتلہ کے معنے ضرور تلوار چلانا ہی نہیں ہے بلکہ کوشش اور سعی کرنا بھی اس لفظ کے

معنوں میں شامل ہے۔ اور حدیث یُقَاتِلُ عَلٰی سُنَّتِی کے یہ معنے کرنا کہ مہدی تلوار چلائے گا ایک غلط خیال ہے۔

ایک اور لحاظ سے بھی لفظ یقاتل کے معنے اسجگہ تلوار کے ساتھ لڑنے کے نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں یہ لکھا ہے کہ مہدی میری سُنت کیلیے لڑیگا۔ اب اگر اسکے معنے تلوار سے لڑنیکے لیئے جاویں تو یہاں یہ معنے ہونگے کہ وہ تلوار پھر مسلمانوں کے ہی برخلاف اُٹھائی جائیگی اور انہیں پر چلے گی اور حضرت مہدی مسلمانوں کے خون سے زمین رنگ دیں گے دیکھو حضرت مرزا صاحب کیا فرماتے ہیں۔

ع۔ اب تو تم خود ہی مورد خشم خدا ہوئے ؛ اس یار سے بشامت عصیاں جدا ہوئے
اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے ؛ تم خود ہی غیربن کے محل سزا ہوئے
پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجیئے ؛ آیت عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ یاد کیجیے

مسلمان علماء کی رائے یہی ہے کہ اکثر حصہ مسلمانوں نے سُنّت نبوی کو چھوڑ دیا ہے پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مہدی علیہ السلام کا اعلان جنگ پہلے مسلمانوں ہی کے برخلاف ہوگا۔

الغرض اسجگہ یُقَاتِلُ کے معنے کسی طرح تلوار سے لڑنا نہیں ہو سکتے۔ پس ہر ایک سمجھدار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ آپ جنگ کرتے پھریں گے بلکہ اسکے یہ معنے ہیں کہ آپ سُنّت نبوی کے رواج دینے اور زندہ کرنے کے لیئے بہت جان توڑ کوشش فرماویں گے

اسی طرح سے چند اور بھی حدیثیں ہیں جن کے اسی طرح غلط معنے کر لیئے گئے ہیں اور مہدی موعود کو ایک جنگجو سپاہی کہا گیا ہے۔ مثلاً مہدی کے متعلق ایک یہ بھی روایت ہے کہ وہ نبی کریم کی قمیص تلوار اور جھنڈا لیکر نکلیگا۔ نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد یہ جھنڈا کبھی کھولا نہیں گیا۔ جسوقت مہدی علیہ السلام آئیں گے اس وقت یہ جھنڈا کھولا جائیگا اور اسپر یہ لفظ لکھے ہونگے اَلْبَیْعَةُ لِلّٰہِ یعنی اس کی بیعت میں خدا کی رضامندی کے لیئے داخل ہو جاؤ اگر اسکو صحیح حدیث بھی مان لیا جاوے تو بھی اس سے یہ ظاہر نہیں

ہوتا کہ حضرت مہدی جنگ کے لیئے نکلیں گے۔ اس سے تو صرف اتنا پتہ لگتا ہے کہ مہدی آپ کا نائب ہوگا۔ یہ کہنا بالکل بیہودہ ہے کہ وہ واقعی نبی کریمؐ کی قمیص پہنے۔ آپکی تلوار لگائے اور آپکا ہی جھنڈا لیئے ہوئے نکلیں گے۔ کیونکہ ان چیزوں کا اب کہیں وجود نہیں پایا جاتا۔ انکا دنیا میں نہ ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ حدیث کا مفہوم وہ نہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اور نہ ہی یہ الفاظ البیعۃ للہ نبی کریم کے جھنڈے پر کبھی لکھے گئے۔ یہ ایک طرز کلام ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ مہدی نبی کریم کا نائب اور جانشین ہوگا اور یہ کہ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسکو مان لیں اور اسکی بیعت میں داخل ہو جائیں۔

حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ مہدی کے ساتھ گروہوں کے گروہ ہونگے مگر یہ صاف طور سے لکھا ہے کہ وہ گروہ فرشتوں کے ہونگے نہ کہ آدمیوں کے اور یہ فرشتے آپکے ساتھ اسلیئے ہونگے کہ آپکے کاموں میں مدد دیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ آپکی مدد کیلیئے تین ہزار فرشتے بھیجے گا اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ فرشتوں کی فوج کے ہراول کا سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام ہونگے اور میکائیل علیہ السلام دائیں دستہ کے ساتھ ہونگے اور تمام مخلوقات کو آپکی وجہ سے خوشی ہوگی یعنی جو لوگ زمین پر آباد نہیں اور جو فرشتے آسمانوں میں ہیں یہانتک کہ ہوا کے پرندے۔ جنگل کے درندے اور وحشی اور سمندر کی مچھلیاں سب آپکی آمد کی وجہ سے خوش ہونگے۔" پس اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں پھر بھی یہ ایک بڑی خطرناک غلطی ہے کہ انسے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ معاذ اللہ آپ غازی بنکر آئیں گے اگر جبرائیل اور میکائیل ان فوجوں کے سردار ہونگے تو وہ فوجیں آدمیوں کی تو نہیں ہو سکتیں۔ علاوہ بریں انہی حدیثوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ دنیا میں انکی آمد کی وجہ سے یہانتک خوشی ہوگی کہ جنگلوں کے وحشی درندا اور پرند بھی اس خوشی سے حصّہ لیں گے۔ اس سے نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ آپکے زمانہ میں بڑا امن ہوگا۔ لیکن جب آپنے تمام زمین پر خون کی ندیاں بہا دینی ہیں تو پھر یہ خوشی اور یہ امن کسطرح ممکن ہو سکتا ہے؟۔

زمین کے بادشاہ مہدی کے مطیع ہو جائیں گے"۔ اس سے بھی کہیں نہیں نکلتا کہ کہ آپ غازی ہونگے۔ کیا زمین کے باشاہ حضرت مسیح کے غلام نہیں ہو چکے؟ کیا ایسے ایسے شہنشاہ

اور فاتحان زمانہ نہیں ہو چکے جو مسیح کی غلامی اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے؟ کیا اب اسوقت ایسے بادشاہ موجود نہیں جو مسیح کے سامنے اسطرح سرخم کئے ہیں جسطرح غلام اپنے آقا کے آگے؟ کیا مسیح نے انہیں تلوار کے ذریعہ مطیع و منقاد کیا؟ اگر بغیر تلوار اُٹھانیکے بادشاہ پہلے مسیح کے غلام ہو چکے ہیں تو کیا ممکن نہیں کہ زمین کے بادشاہ اسی طرح اس دوسرے مسیح کے بھی غلام بنیں جو پہلے مسیح سے کہیں بڑھکر ہے۔ مہدی کے غلام تو یہ ضرور بنیں گے مگر اُسی طرح جسطرح مسیح ناصری کے بنے تھے۔ اب یسوع کی جگہ احمد آیا ہے اور وہ دن یقیناً آنیوالے ہیں کہ شہنشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہوئے احمدؐ کی بھی ویسی عزت کریں گے جسطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے۔ بلکہ اُس سے بھی زیادہ حضرت مرزا صاحب کے پہلے الہاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ **مَیں تجھے اسقدر برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے** پس بادشاہوں کی اطاعت کے یہی معنے ہیں۔

حضرت میرزا غلام احمدؐ پہلا شخص ہے جس نے غازی مہدی کے مسئلہ پر ایک کاری حربہ چلایا خدا کا شکر ہے کہ اسلام کے چہرہ سے یہ بدنما داغ ہمیشہ کیلئے اُٹھ گیا۔ غازی مہدی اور جہاد کے عقیدے اسلام کے لئے موجب ہتک تھے۔ اس لئے آپنے بنی نوع پر عموماً اور اسلام پر خصوصاً یہ ایک بڑا احسان کیا ہے کہ ان مفسد عقیدوں کی جڑھ و بیخ اُکھاڑ دی ہے۔ مسلمانوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے علی الاعلان اور بڑے زور سے شائع کر دیا کہ اشاعت مذہب کے لئے تلوار سے لڑائی کرنا سخت جرم ہے اور غازی مہدی صرف مُلّاؤں کے توہمات کا نتیجہ ہے۔ اوائل سے ہی اسنے ان مسائل کے خلاف بڑے زور سے لکھنا شروع کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں آدمیوں کے خیالات سے یہ غلط اعتقادات نکل گئے۔ اس نے ثابت کر دیا کہ یہ باتیں قرآن کی تعلیم کے خلاف ہیں اور اسلام کے لئے ہتک کا موجب ہیں۔ آپنے اپنے نمونہ سے یہ ظاہر کر دیا کہ آج اسلام کی بڑی سے بڑی خدمت قلم کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے اور اشاعت اسلام کا سب سے اعلیٰ ذریعہ یہ ہے کہ اس کی سچائیوں کو واضح اور مدلل طور سے بیان کیا جائے اور دنیا کے سامنے پیش کیجاویں۔ اس نے ثابت کر دیا کہ اسلام ہی سب سے بڑا مدلل اور پاکیزہ مذہب ہے۔ پس اسکی بڑی اشاعت صرف دلائل ہی سے ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ بزور شمشیر اسے پھیلانا چاہتے ہیں وہ

اسلام کے دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ کیونکہ انکی اس کارروائی سے دانا لوگوں کو یہ ظن کرنے کا موقع ملجاتا ہے کہ مذہب اسلام عقل کے خلاف ہے اور لوگوں کے عقل و فہم اور فراست سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے منوانیکے لئے جبر استعمال کیا جاتا ہے پھر آپنے اپنے نمونہ سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ صرف اسلام ہی ہے جسکو زندہ مذہب کہہ سکتے ہیں۔ اور باقی تمام مردہ ہیں کیونکہ اسکے پیرو ایساہی خدا کا قرب اب بھی حاصل کر سکتے ہیں جیسا پچھلے زمانوں میں لوگوں کو نصیب ہوتا رہا ہے اور اسلام کے زندہ مذہب ہونیکا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خدا اب بھی اسلام کے سچے تابعین سے کلام کرتا ہے جسطرح کہ وہ پہلے اپنے رسولوں سے کرتا رہا ہے۔ لیکن وہ حربہ جو اس عقیدہ مہدی اور مسئلہ جہاد کے لئے سخت ہی مہلک ثابت ہوا وہ آپکا دعویٰ مہدویت ہے۔ یہ صرف زبانی دعویٰ ہی نہیں تھا بلکہ اسکی تائید میں بڑے بڑے عظیم الشان نشانات ظاہر ہوئے اور بڑے مضبوط دلائل سے اسکو ثابت کیا۔ ایک طرف تو آپنے خونی مہدی کے عقیدہ کو بڑے بڑے دلائل سے پاش پاش کر دیا اور دوسری طرف اپنی ذات سے بتلا دیا کہ مہدی ایسا ہوگا اور اشاعت اسلام کے ذرائع یہ ہیں۔ آپنے اسی کے قریب کتابیں لکھی ہیں جو کہ مصر ہند افغانستان ایران اور عرب میں شائع کیں اور ان تمام میں ان ہر دو عقائد کی خوب تردید کی اور انکی برائیوں کو ظاہر کیا۔ آپکے دلائل ایسے یقین بخش تھے کہ کوئی سمجھدار آدمی انہیں پڑھکر بے متاثر ہونیکے رہ نہیں سکتا۔ جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپکی تصنیفات کی وجہ سے لاکھوں آدمیوں نے ان ہر دو اعتقادوں سے کنارہ کشی کر لی ہے۔ بہت سے غیر احمدی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے صرف آپکی کوششوں اور ان عقائد کی تردیدوں کی وجہ سے ایسے عقائد سے توبہ کر لی ہے اور اب وہ ان باتوں کو ہرگز نہیں مانتے۔ کسقدر لوگ ہیں جن کے سینوں کو آپنے ان عقائد سے صاف کیا اور کتنے اس جماعت سے باہر لوگ ہیں جنہوں نے ان غلط عقائد کو چھوڑ دیا ہے اس کا اندازہ صرف اس بات سے ہو سکتا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو اول المکفرین ہے اور آپ کا سب سے بڑا دشمن ہے وہ اپنی ایک چٹھی میں جو اسنے سول اور ملٹری گزٹ میں شائع کروائی اس میں وہ علانیہ اقرار کرتا ہے کہ مہدی بزور شمشیر اسلام نہیں پھیلائیگا بلکہ

آسمانی نشانوں کے ذریعہ وہ تبلیغ دین کریگا۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آپکے سب سے بڑے دشمن کا اقرار آپ ہی کی تعلیم کا اثر تھا۔

ایسے شخص کا نام لینا بالکل ناممکن ہے کہ جس نے آپسے پہلے یہ تعلیم دی ہو کہ مہدی موعود اسلام کو بزور شمشیر نہیں بلکہ آیات بینات اور دلائل نیترہ سے پھیلائیگا۔ جبکہ آپنے پہلے پہل یہ بات شائع کی۔ تو یہ بات دنیا کو بالکل نئی معلوم ہوئی۔ آپسے پہلے کسی نے ایسے خیالات ظاہر ہی نہیں کیئے تھے۔ اور غازی مہدی کے خیال کا انکار ہی تھا جسکی وجہ سے آپ پر کفر کا فتوٰی لگا۔ اور یہ فتوٰی نام کے مسلمانوں نے لگایا۔ لیکن اس دنیا سے رخصت ہونیسے پہلے آپ اپنے سب سے بڑی دشمن کی زبان سے اس بات کا اقرار کرواگئے کہ جو آپ کہتے تھے وہی حق ہے۔

اب آپکا وصال ہو چکا ہے مگر آپ اپنے بعد لاکھوں آدمی ایسے چھوڑ گئے ہیں جن سے وہی صلح پسند خیالات ہیں جنکا آپ اپنی تمام عمر میں وعظ کرتے رہے اور ایک وقت آنیوالا ہے کہ جب یہ ہردو غلط اعتقاد اس دنیا سے بالکل اُٹھ جائیں گے۔ جوں جوں آپکے مریدین کا حلقہ وسیع ہوتا جائیگا ان خیالات کا دائرہ تنگ ہوتا جائیگا یہانتک کہ یہ مرض مسلمانوں میں سے بالکل اُٹھ جائیگی۔ جہاں آپ کی تعلیم کی کثرت سے اشاعت ہوئی ہے وہاں تو قریباً یہ ابھی سے مفقود ہیں۔ کوئی سمجھدار آدمی آپ کی تصنیفات پڑھکر ان عقائد کی بے ہودگی سے بیخبر نہیں رہ سکتا۔ اور آپکی تعلیم ان عقائد کو اسطرح اُڑا دیگی جسطرح روشنی تاریکی کو اُڑا دیتی ہے۔ آپکی تعلیم دُور تک پہنچ چکی ہے یہانتک کہ کابل کی پہاڑیوں میں بھی داخل ہو چکی ہے۔ اور امید ہے کہ یہ تعلیم ان عقائد کو کابلی پٹھان اور سرحدی افغان جیسے متعصبوں کے سینوں سے نکال دیگی۔ کیونکہ تھوڑا عرصہ ہوا انہی میں سے دو شخصوں نے ان غلط عقائد کی تردید کی وجہ سے شہادت کا جام پیا ہے۔ ان غلط تعلیمات کے اُڑانے سے حضرت میرزا غلام احمد صاحب نے نہ صرف اسلام پر ہی احسان کیا ہے بلکہ تمام دنیا پر آپکا احسان ہے کہ آپنے ان فتنہ انگیز عقائد پر وہ حربہ چلایا ہے کہ اب انکا جانبر ہونا دشوار ہے۔ اور دنیا اس محسنِ بنی نوع کا جسقدر احسان مانے اتنا ہی کم ہے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

مختصر نوٹ اور ریویو

کلکتہ میں جلسہ مذاہب ۔ ہندوستان میں مذہبی تفرقہ اور مذہبی بغض و عناد اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ مذہبی جلسوں اور مذہبی کانفرنسوں کا وجود قریبًا قریبًا معدوم ہے۔ یوں تو مذہبی جلسے ہر ایک فرقہ اور ہر ایک مذہب کے ہوتے ہیں مگر میری مراد اس جگہ مذہبی جلسوں اور مذہبی کانفرنسوں سے ایسے جلسے ہیں جن میں سب مذاہب اور سب فرقوں کے پیرووں کو اپنے اپنے اصولوں کی خوبیاں بیان کرنیکا اور ہر قسم کے اہل مذاہب کے نام سے دسمبر ۱۸۹۶ء میں بمقام لاہور ہوا تھا۔ جس میں ایک کثیر گروہ مخلوق نے مختلف مذاہب کے صاحبوں کے لیکچروں کو بڑی دلچسپی سے سنا۔ ہمارے اس ملک میں اس قسم کے جلسوں کی سب سے زیادہ ضرورت محسوس کرنیوالا خدا کا وہ برگزیدہ بندہ تھا جو مسیح موعودؑ کے نام سے دنیا میں آیا۔ اور اپنا کام کرکے چلا گیا حضرت مرزا صاحب اپنے اندر ایک سچا جوش اور تڑپ رکھتے تھے کہ مذاہب کے موجودہ دنگل کی صورت کو جس میں ایک دوسرے کی دل آزاری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ایسی صورت میں بدلا جائے۔ کہ سب مذاہب اپنی اپنی خوبیاں لوگوں کے سامنے متانت اور شائستگی سے بیان کریں۔ چنانچہ آپ نے کئی دفعہ اس قسم کی تجاویز پیش کیں۔ مگر آپ کے خلاف لوگوں کا جوشِ تعصب جیسا کہ ہمیشہ سے صادقوں کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔ ایسا تھا کہ آپکی ان نہایت مفید اور قابل قدر تجاویز کی کوئی پروا نہ کی گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ آپکے ارادوں کو کسی نہ کسی رنگ میں پورا کرکے دکھاوے اس لیئے وہ کام جو آپ چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے دوسروں سے پورا کرا دیا۔ ۱۸۹۶ء میں جب جلسہ مذاہب کا اعلان ہوا تو آپ نہایت خوشی سے اس میں شامل ہوئے اور حالانکہ ان دنوں میں سخت بیمار تھے مگر باوجود اسکے اس موقعہ کو ہاتھ سے گنوانا آپ نے مناسب نہ سمجھا۔ اور بیماری کی حالت میں ہی ایک مضمون قریبًا سوا سو صفحہ کا لکھوایا۔ جسکے متعلق قبل از وقت ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپکو یہ اطلاع بھی دی گئی تھی۔ کہ یہ مضمون دوسرے تمام مضامین پر غالب رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب یہ مضمون پڑھا گیا تو

دشمن و دوست سب نے تسلیم کیا کہ واقعی یہ مضمون باقی مضامین پر غالب رہا۔

اس جلسہ مذاہب کے بعد دوسرا جلسہ مذاہب اسی رنگ کا کلکتہ کا مجوزہ جلسہ مذاہب ہے جو اسی ماہ فروری میں ہونیوالا ہے۔ آریہ سماج نے اپنے سالانہ جلسوں کے بعد ایک جلسہ مذاہب برائے نام تجویز کیا ہوا ہے۔ اور اس میں دوسرے مذاہب کے پیرووں کو گذشتہ سے پیوستہ سال میں مدعو بھی کیا گیا مگر اس کا نتیجہ جو ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔ آریہ سماج نے اپنے دل آزاری کے طریق کو چھوڑنا پسند نہ کیا۔ مگر کلکتہ کا مجوزہ کانفرنس امید ہے اسی اعلیٰ پیمانہ پر ہوگا جس پر ۱۸۹۶ء کا جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں ہوا تھا۔ اس جلسہ کے بانی مبانی بابو سرداچرن مترہیں جو ابھی تھوڑی دیر ہوئی کلکتہ ہائی کورٹ کی ججی سے پنشن پا گئے ہیں۔ جلسہ کے متعلقہ کاروبار کے انصرام کے لیئے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جسکے پریذیڈنٹ یہی بابو متر صاحب ہیں۔ اس کمیٹی کے اکیس (۲۱) ممبروں میں سے دو مسلمان بھی ہیں یعنی خان بہادر مولوی سراج الاسلام اور مولوی مرزا ابو الفضل۔ جو اعلان اس کمیٹی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جن جن مذاہب اور فرقوں پر کانفرنس کے اجلاسوں میں مضامین پڑھے جاوینگے ان میں مندرجہ ذیل مذاہب اور فرقے ضرور شامل ہونگے۔ (۱) ہندو مذہب (ا) بدھ مذہب (ب) جین مذہب (ج) شاکت مت (د) وشنوازم (ھ) شوازم (و) سکھ مذہب (ز) برہمو مذہب (ح) آریہ سماج (ط) تھیوصوفی۔ (۲) عیسائی مذہب (۳) اسلام (۴) زردشتی مذہب (۵) یہودی مذہب۔

اس اعلان میں یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ ہر ایک اہل مذہب یا اہل فرقہ اپنا وکیل خود منتخب کریں۔ جو اس مذہب یا فرقہ کے اصول کو جلسہ میں بیان کریگا۔ اور دوسرے مذاہب یا فرقوں سے اسکا امتیاز دکھاویگا۔ مگر کسی شخص کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ کسی دوسرے مذہب پر کسی قسم کا حملہ کرے خواہ ایسا حملہ کھلے الفاظ میں ہو یا اشارہ کنایہ کے طور پر۔ اس غرض کے لیے ۱۵ جنوری آخری تاریخ مقرر کی گئی تھی جسکے پہلے پہلے سب مضامین کمیٹی کے سکرٹری کے پاس پہنچ جانے چاہییں تاکہ کمیٹی انعقاد جلسہ سے پہلے اپنا اطمینان کرلے کہ ان میں کمیٹی کی شرائط مجوزہ کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ اعلان کلکتہ کے انگریزی اخباروں میں ۲ جنوری

کو شائع ہوتا ہے۔ جو مفصلات میں دو تین دن بعد پہنچ سکتے تھے اور پھر اتنی جلدی یعنی
دو تین دن کے اندر ہی ہر ایک فرقہ کو یہ بھی چاہیئے کہ اپنا وکیل منتخب کرکے اور شرائط مذکورہ
کے ساتھ اس سے مضمون لکھوا کر ایسے وقت میں اسے روانہ کرے جو ۲۰۔ جنوری سے پہلے
پہلے کلکتہ پہنچ جاوے۔ ہمیں خود اس جلسہ کی خبر ۱۴ جنوری کو پہنچی تھی۔ اسیوقت ایک تار
سکرٹری کمیٹی کے نام دیا گیا کہ ہم احمدیہ فرقہ پر ایک مضمون اس جلسہ میں پڑھنا چاہتے ہیں اور
دوسری طرف جلدی میں ایک مضمون لکھا گیا۔ اس تار کا جواب ۱۷۔ جنوری کو پہنچا اور اسی دن
مضمون روانہ کر دیا گیا۔ اسکے بعد بعض اخباروں کے لکھنے پر کمیٹی نے مضمون لینے کی آخری
تاریخ بجائے ۲۰۔ جنوری کے ۳۱۔ جنوری کر دی مگر ہم اس سے بھی کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکے کیونکہ
ایک تو مضمون روانہ ہو چکا تھا اور دوسری یہ اطلاع بھی ہمیں ۲۴ جنوری کو پہنچی۔ اور روانگی
مضمون میں پھر وہی دو تین دن باقی تھے۔ ہر ایک مضمون کے لیئے صرف آدھ گھنٹہ
وقت رکھا گیا ہے جو بہت تھوڑا وقت ہے۔ امید ہے یہ جلسہ ۱۵۔ فروری کو یا زیادہ سے زیادہ
اخیر فروری میں ہو جائیگا۔ باوجود ان نقصوں کے کہ اعلان کے بعد کافی وقت نہیں دیا گیا
اور ویسے بھی مضمون پڑھنے کے لیئے وقت بہت تھوڑا رکھا گیا ہے۔ تاہم سب اہل مذہب کو
اس کمیٹی اور خصوصاً اس کے پریزیڈنٹ مسٹر متر کا مشکور ہونا چاہیئے کہ انہوں نے ایک
ایسا موقع پبلک کو دیا ہے کہ وہ ہر ایک مذہب کے اصول اور خوبیاں مختصر طور پر سُن سکیں۔

تاریخی یسوع اور خیالی مسیح پادری رابرٹس صاحب جو عیسائی مذہب کے کنگریگیشنل فرقہ کے
عیسائی ہیں ولایت کے مشہور رسالہ ہبرٹ جرنل میں ایک مضمون
بعنوان "یسوع یا مسیح" لکھکر زمانہ حال کے منتقدین کو توجہ دلاتے ہیں کہ جب وہ مسیح کی
ایک فرضی تصویر دل میں جما کر بعض خیالات کا اظہار کرتے ہیں تو انہیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ آیا
وہ باتیں ایسی ہیں جو تاریخی یسوع پر صادق آتی ہیں زمانہ حال کی بڑی خوبی لفاظی سمجھی جاتی
ہے۔ اور حقیقت اور واقعات کی طرف کم توجہ کیجاتی ہے۔ مسیح کے متعلق تعریفوں کے
پُل باندھ دینا تو آسان امر ہے لیکن یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ جو باتیں ہم مُنہ سے نکالتے ہیں وہ
اس شخص پر صادق بھی آتی ہیں یا نہیں جسکا قصہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ دراصل یہ بالکل

یہ ہے کہ یا تو مسیح کی فرضی تصویر کو تاریخی یسوع سے بالکل علیحدہ رکھا جائے۔ اور یا اگر وہ باتیں جنکا تذکرہ تاریخی یسوع کے متعلق ہے مسیح کی فرضی تصویر پر چسپاں کی جاتی ہیں تو اس صورت میں یہ لازم ہے کہ مسیح کا ذکر کرتے ہوئے تاریخی یسوع کو مد نظر رکھا جائے اور اس حد سے آگے ہم نہ گذریں جو تاریخی یسوع کے لیئے ہمیں تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر چند فقرے اس مضمون کے ہم پادری صاحب کے اپنے الفاظ میں لکھتے ہیں۔ "مگر اسی سوال کے بعض اور پہلو بھی ہیں جنکے تسلیم کرنیکے لیئے دنیا کی موجودہ حالت جس میں وسعت خیال پیدا ہوگئی ہے ہمیں مجبور کرتی ہے۔ بھوتوں اور بدروحوں کا انسان پر تصرف کر لینا اور اسکو پورے طور سے قابو کر لینا ایسے عقائد ہیں جنکا رواج حضرت عیسیٰ کے زمانہ کے یہودیوں کی تہذیب کی ناقص حالت چاہتی ہی تھی۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ بدروحیں انسانی جسم کے اندر داخل ہو جاتی ہیں اور انکی موجودگی کی وجہ سے ہی بہت سی جسمانی اور دماغی امراض پیدا ہوتی ہیں۔ حضرت عیسیٰ بھی عام لوگوں کی طرح یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ اس سے بھی گھبراہٹ میں ڈالنے والی بات اس زمانہ کے لیئے یہ ہے کہ آپنے اس مروجہ عقیدہ کو کہ عملیات کے ذریعہ سے بھوتوں اور چڑیلوں کو نکالا جاتا ہے تسلیم کیا۔ بلکہ خود اسقدر زور سے ان عملیات کو رواج دیا کہ آجتک مسیحی کلیسیا میں اسکا اثر باقی ہے۔ پھر دنیا کی عمر کے متعلق جو خیالات جلیل کی زندگی کے آخری حصہ کے واقعات میں پائے جاتے ہیں وہ بھی پورے نہ ہوئے اور دنیا کی عمر اس حد سے بہت آگے گذر گئی ہے۔ ..... ہر روز اب بھی ہم کھلی ہوئی قبروں کے کنارے پر کھڑے ہو کر ان شاندار اور سنجیدہ الفاظ کو رٹتے ہیں جو اسوقت بولے گئے تھے جب دنیا اپنے خطرناک انجام کے قریب پہنچی ہوئی فرض کر لی گئی تھی۔ ... اور جسطرح دنیا کے انجام کے متعلق جو عقائد عہد نامہ جدید میں سکھائے گئے تھے انکو دنیا نے زندہ رہ کر جھوٹے ثابت کر دیا ہے اسی طرح اس نے کتاب کے ان عقائد کو بھی جھٹلا دیا ہے جو دنیا کی پیدائش اور آغاز کے متعلق اس میں لکھے گئے ہیں۔ نسل انسانی کا آغاز ایک کامل مکمل آدم سے نہیں ہوا نہ ہی عورت کی جنس پہلے انسان کی پسلی نکالکر اس سے بنائی ہے۔ دنیا میں مصائب کا آنا یا موت کا اپنا سیاہ سایہ انسانوں پر ڈالنا اس بات کا

نتیجہ نہیں ہوا کہ پہلے انسان نے کسی ممنوع پھل کو کھا کر نافرمانی کی تھی۔ یہ سب قصّے ہیں جو دن کی روشنی کے سامنے خود بخود معدوم ہوتے چلے جاتے ہیں.... اب ایک ایسی سائنٹی میں جس نے ان قصوں کا خاتمہ کر دیا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ ہم اس انجیل کو کیا کریں جسے زندگی اور موت کے اہم سوالات پر علم کا قول فیصل اور آخری حکم قرار دیا جاتا ہے۔ مگر جس نے صرف ابتدائی قصوں کو ہی بیان کر دیا ہے.... اگر حضرت عیسیٰ کی زندگی کے حالات کو جو ان کتابوں میں مذکور ہیں صحیح مانا جائے تو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ خود بھی انہی عقائد کو صحیح مانتے تھے۔ اور آجکل کے واعظین جو بڑے بڑے دعوے انکی طرف سے کر رہے ہیں۔ میں انسے یہ سوال پوچھنے پر مجبور ہوں کہ کیا انہی قصوں کی امید ہمیں اس شخص سے رکھنی چاہیئے تھی جسے تمام قوموں کا مطلوب۔ انسانیت کا تاج اور اسکی اصل روح اور دنیا کا نجات دہندہ کہا جاتا ہے"

پھر یہی مضمون نویس حضرت مسیح کی بے اصل تعریف کا جو اسکے مداح اس زمانہ میں کر رہے ہیں ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم اس بات کو مان لو کہ دنیا کی تمام قوموں کے اعلیٰ سے اعلیٰ خیالات صرف مسیح کے الہام سے ہی پیدا ہوئے ہیں اور کہ دنیا کے تمام خیالات اور تمام افعال کا اصل اور سرچشمہ وہی ہے۔ اسی کی ذات کی برکت سے دنیا کی بے حد تحریکیں اور طاقتیں ایک ترتیب کے نیچے آتی ہیں۔ وہی ہے جس سے فلسفہ اپنے سچے معنے اور تاریخ اپنا اصل مطلب پاتی ہے۔ کائنات کا تخت ان مداحوں کے نزدیک خالی نہیں بلکہ اسپر انسان کا تاجدار شہنشاہ یسوع مسیح بیٹھا ہوا ہے جو گذشتہ حال اور مستقبل میں ہمیشہ کے لیئے ایک سا ہی ہے۔ اور دنیا کے تمام پیغمبر۔ ولی۔ شاعر اور مصور اسی کے پاؤں پر اپنی اپنی کامیابیوں کو آدھرتے ہیں اور اسی کو سب کا سرتاج اور خداوند ٹھہراتے ہیں۔ ان تمام تعریفی کلمات کو نقل کرنیکے بعد پادری رابرٹس صاحب لکھتے ہیں کہ "نسل انسانی یسوع سے پہلے بھی بہت کچھ حاصل کر چکی تھی۔ اگر وہی نسل انسانی کی زندگی میں روح پھونکنے والا اور اسے قوت دینے والا ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکی پیدائش سے ہزار ہا سال پہلے جو مذاہب۔ علوم۔ فنون۔ سائنس۔ فلسفے۔ دستکاریاں غرض کہ تہذیب کے مختلف شعبے ہم پاتے ہیں وہ کہاں سے آ گئے۔ ہم یہ بھی جانتے

ہیں کہ اسی قسم کے دعوے گذشتہ زمانوں کی دوسری قوموں نے بھی اپنے اپنے خدایان نجات دہندہ کے متعلق کیئے ہیں۔ ہر ایک قوم نے اپنا اپنا کوئی نجات دہندہ قرار دے رکھا ہے۔ اور انپر اعتقاد رکھنے والے اپنے سے باہر کوئی دنیا ہی نہ سمجھتے تھے.... اور عجیب بات یہ ہے کہ جب ڈاکٹر فیر برن (جسکے تعریفی الفاظ اوپر نقل کیئے گئے ہیں) اور اسکے ہم مشرب دوسری قوموں کے نجات دہندوں کے دعووں کی اصلیت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اسوقت وہ معجزات کی شہادت اور ان واقعات کا جنکی بنا پر وہ دعوے ہوتے ہیں جلدی ہی خاتمہ کر دیتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے علمی اصول جو شہادت کا معائنہ کرنیکے لیئے اس علمی زمانہ میں قائم کیئے گئے ہیں انپر لگاتے ہیں؛ مگر مسیح کے متعلق دعوے کرتے وقت یہ علمی اصول ان لوگوں کو بھول جاتے ہیں۔

"اب اگر ہم علمی دائرہ کو چھوڑ کر اخلاقی دائرہ کی طرف چلیں تو اس میں بھی یسوع کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں جو غور کرنیوالے دل میں طرح طرح کے شکوک اور گھبراہٹ پیدا کرتے ہیں.... مقابلہ نہ کرنے پر اور قسم کھانے کے متعلق یسوع کی تعلیم میں قول فیصل موجود ہے مگر عیسائی ممالک نے ہمیشہ ہی اسکی خلاف ورزی کی ہے اور کھلے طور سے خلاف ورزی کی ہے..... طلاق کے متعلق جو تعلیم یسوع نے دی ہے اس میں خاوند کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ خود ہی عورت پر الزام لگائے خود ہی حَکَم بنے خود ہی اسکے خلاف فتوی دے اور پھر اسے نکالدے مگر عورت کو خاوند کے خلاف طلاق کا کوئی حق نہیں دیا گیا..... انگریزی قانون نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ طلاق کے بعد مرد و عورت نکاح کر سکتے ہیں مگر اس بارے میں یہ اسنے جرأت کی ہے کہ نکاح کے متعلق یسوع کی اخلاقی تعلیم میں اصلاح کی ہے...... ایسا ہی یسوع کی تعلیم میں تو صاف لکھا ہے کہ کل کی فکر مت کرو۔ مگر.... عیسائی ممالک کی یہ حالت ہے کہ طرح طرح کی سوسائٹیاں بنی ہوئی ہیں جو عملی طور پر اس تعلیم کو جھٹلا رہی ہیں اور عیسائی سلطنتیں تو کل چھوڑ سال بھر پہلے اپنے بجٹ تیار کرتی ہیں"

غرضکہ جو راہ موجودہ زمانہ میں پرانے عقائد کی مشکلات سے نکلنے کے لیئے بڑے بڑے فاضل عیسائیوں نے اختیار کی تھی اسکی مشکلات کو پادری رابرٹس صاحب نے بیان کرکے یہ

اصل کی ہے کہ حضرت مسیح کو انسانیت سے بڑھانا نہیں چاہیئے اور یہ دکھایا ہے کہ جبتک ہم حضرت مسیح کو پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر نہ مانیں اُسوقت تک ہم ان مشکلات سے نجات نہیں پاسکتے یہی وہ مشکلات سے نکلنے کی راہ ہے جسے قرآن کریم آج سے تیرہ سو سال پہلے پیش کرچکا ہے اور جسکی راستی کو آج بڑے بڑے عقلمند بہت غور و فکر کے بعد تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

عیسائیت اور دوسرے مذاہب اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے سب سے پہلے اس عظیم الشان اصل کی دنیا میں منادی کی کہ ان من قریۃ الا خلا فیھا نذیر۔ ہر قوم اور ہر ملک میں خدا کے نبی ہو گذرے ہیں۔ اسلام سے پہلے تمام مذاہب خدا کے کلام کو اپنے ملک کی چار دیواری تک اور اپنی ہی قوم تک محدود سمجھتے تھے۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ابتک رہا ہے کہ عیسائی اور یہودی مذہب کے سوا باقی تمام مذاہب جھوٹے ہیں اور انکی بنیاد ہی باطل پر ہے اور جن لوگوں نے سوائے قوم یہود کے جس میں عیسائیوں کا نجات دہندہ پیدا ہوا۔ خدائے تعالیٰ سے کلام پانے کا دعویٰ کیا ہے وہ سب محض مفتری تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ خود بخود اسلام کے اصول کی صداقت کو دلوں میں بٹھاتا جاتا ہے اور اب عیسائی میگزینوں اور عیسائیوں کے لکھے ہوئے مضامین میں یہ بات تسلیم کیجانے لگی ہے کہ خدا کا کلام ہر ملک اور ہر زمانہ میں نازل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ لندن کوارٹرلی ریویو جو ایک خالص عیسائی مذہبی پرچہ ہے اسکی گذشتہ سہ ماہی کے نمبر میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں کھلے الفاظ میں دیگر مذاہب کی صداقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس مضمون میں مسٹر بریلسفورڈ لکھتا ہے۔ "خدا کے متعلق جو بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کا بنانیوالا ہے ہمارے خیالات اس زمانہ میں بہت وسیع ہو گئے ہیں۔ ہم نے اس بات کو محسوس کرلیا ہے کہ معمولی اور خارق عادت امور میں یعنی جسمانی اور روحانی عالموں میں اسکے کام کرنیکا طریق ایک ہی ہے یعنی وہ دونوں قوانین کے ماتحت ہیں اور انہیں قوانین کے مطابق یہ دونوں سلسلے چلتے ہیں۔ ہم نے اب اس بات کا علم حاصل کرلیا ہے کہ مذہبی تحریکات میں اللہ تعالےٰ کا ظہور ہر جگہ یکساں رہا ہے اور وہ کسی خاص قوم کا طرفدار نہیں۔ اور کہ ہر ایک ملک میں

طلب حق کی مشعل روشن ہوئی ہے اور ہر ایک قوم میں نبی ہوئے ہیں۔ اور کہ اگرچہ ایک خاص مذہب یا خاص عقیدہ ہماری حدبندیوں کی وجہ سے ضروری ہوتا ہے مگر ساری صداقت اس خاص مذہب یا عقیدہ میں ہی نہیں ہوتی۔

"اور کہ ہمیں یہ بات بھی اب معلوم ہوگئی ہے کہ صداقت ہمیشہ سے تدریجی طور پر ترقی کے ادنیٰ سے اعلیٰ مراتب طے کرتی چلی آئی ہے۔ ملاکی آخری نبی نہیں تھا اور نہ یوحنا آخری رسول تھا اور ہم اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ بائبل خدا کا آخری کلام نہیں۔ خدا گونگا نہیں کہ بائبل کے بعد اسنے کلام کرنا چھوڑ دیا ہو"

یہ الفاظ جن پر مینے خط کھینچدیا ہے کیسے دلکش ہیں۔ مگر کیا یہ بائبل کی کسی تعلیم کا نتیجہ ہیں یا عیسائی مذہب کبھی ایسے لفظ گوارا کر سکتا تھا۔ خود منہ سے ایسے لفظ نکالنا تو ایک طرف رہا۔ ایسے لفظوں کو کوئی دیندار عیسائی سن بھی نہ سکتا تھا۔ یہ کفر اور ارتداد سمجھا جاتا تھا جسکی سزا آگ میں جلانا تھا۔ مگر آج عیسائیوں کو بھی اسلام کا یہ سچا اصل تسلیم کرنا پڑا کہ خدا کسی قوم کا طرفدار نہیں اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا نے اپنے نبی نہ بھیجے ہوں۔ مذکورہ بالا الفاظ جنکو مینے لنڈن کوارٹرلی ریویو سے نقل کیا ہے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام صلح سے لیئے گئے ہیں۔ اور کم از کم اس بات سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ان پاک الفاظ کو کہ خدا گونگا نہیں ہوگیا کہ اب اس نے کلام کرنا چھوڑ دیا ہو۔ اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب نے ہی تازہ کیا ہے ورنہ قریب تھا کہ مسلمانوں کا اعتقاد بھی خدا کے کلام کے متعلق دوسری قوموں کی طرح ہی ہوجاتا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام اب معطل ہوچکی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں اس بات کو تسلیم نہ کیا گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام کسی زمانہ میں کسی انسان پر نازل کیا۔ مگر جب اس زمانہ میں ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ اب بھی اپنا کلام مجھ پر نازل کرتا ہے تو اسکو ایسا استبعاد کی نظر سے دیکھا گیا کہ گویا خدا کا انسان سے کلام کرنا ایک محال امر تھا یا صرف گذشتہ زمانہ کا ایک قصہ۔ تعجب ہے کہ جس صورت میں اللہ تعالیٰ کی باقی تمام صفات کو معطل نہیں مانا جاتا تو اسکی صفت کلام کے ہر زمانے میں ظاہر ہونیکا کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ لوگ دنیا پر

اسقدر جھک گئے کہ وہ خدا کی طرف سے بالکل غافل اور بیخبر ہو گئے پس جب انکا تعلق اپنے مالک سے نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا تعلق ان سے چھوڑ دیا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا اب آئندہ انسانوں سے کوئی تعلق ہی نہ رکھیگا۔ یہی ایمان تھا جو ثریا پر اُٹھ گیا کیونکہ یہی ایمان کی اصل روح ہے اور اسی ایمان کو اس زمانہ میں سلسلہ احمدیہ کا مقدس بانی واپس لایا اور ایک دراز عرصہ تک وہ اس بات کو لوگوں کے ذہن نشین کرتے رہے یہانتک کہ گو کھلے کھلے طور پر اس بات کا اعتراف کرنیوالے تھوڑے ہوں کہ انہوں نے اسی سرچشمہ سے یہ فیض حاصل کیا۔ مگر ہم دنیا میں عام طور پر ایک حرکت پاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی اصول کی قبولیت کی طرف جارہی ہے۔

عیسائی مذہب کا نیا علم کلام نیو تھیولوجی کے نام سے پادری کیمبل نے لندن میں ایک نیا عیسائی فرقہ قائم کیا ہے۔ یہ فرقہ برائے نام انہی مذہبی اصطلاحات کا استعمال کرتا ہے جو پرانے عیسائی کرتے تھے مگر ان اصطلاحات سے مفہوم اور مراد لیتا ہے۔ اس فرقہ میں عموماً وہ لوگ شامل ہیں جو عیسائی عقائد سے بیزار ہو چکے ہیں مگر دہریہ نہیں۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرتے ہیں۔ انکی اصطلاح میں الہام الٰہی پرانے عیسائیوں کی طرح بائبل کے لکھنے والوں یا بائبل کے چند پیغمبروں تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ مانتے ہیں کہ الہام الٰہی ہمیشہ سے اور ہر ملک میں ہوتا رہا ہے اور ہر وقت ہو سکتا ہے۔ گو وہ الہام الٰہی کو صرف اس حد تک صحیح سمجھتے ہیں کہ دل میں صفائی سے ایک بات ڈالدیجاتی ہے۔ اور خدا کے کلام کے قائل نہیں۔ بائبل کو بھی وہ خدا کا الہام انہی معنوں میں سمجھتے ہیں مگر وہ ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہر ایک قوم میں انکے اپنے اپنے پیغمبر اور ولی گذرے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ سے وہ محبت رکھتے ہیں اور انکی تعظیم کرتے ہیں مگر اسی حد تک جو تاریخ سے ثابت ہو (گو پرانا عقیدہ ایسا راسخ ہے کہ اس بات کے اقرار کے باوجود فرضی مسیح کی تصویر انکے خیالات میں غالب رہتی ہے) وہ نجات کا دارو مدار نہیں بلکہ انکی زندگی سے نیک اخلاقی سبق اسی طرح حاصل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ گذشتہ یا موجودہ زمانہ کے دوسرے نیک اور بڑے بڑے آدمیوں کی زندگی کے واقعات سے۔ انکی انجیل متی۔ مرقس۔ لوقا یا

یوحنا کی انجیل نہیں بلکہ انسان کے اندر جو ایک اخلاقی احساس صداقت کا اور اپنے غرض کو ادا کرنیکا موجود ہے اسی کو اپیل کرنا انکے نزدیک انجیل کی منادی ہے۔ وہ انجیل کے معجزات کو تسلیم نہیں کرتے مگر معجزات کو اس رنگ میں مانتے ہیں کہ کُل دنیا ہی ایک معجزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے اعراض } وکاین من اٰیۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔ اور کتنی نشانیاں آسمانوں اور زمین میں ہیں کہ انپر لوگ گذرتے ہیں اور انسے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ ان الفاظ میں اللہ تعالےٰ لوگوں کیحالت پر افسوس ظاہر فرماتا ہے کہ وہ نشان بھیجتا ہے مگر لوگ انکی پروا نہیں کرتے۔ یہ حالت انسانوں کی کسی ایک خاص زمانہ سے مخصوص نہ تھی بلکہ ہمیشہ یہی حال رہا ہے جب جب اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی نبی بھیجا اور اسکے ذریعہ اپنے نشان لوگوں کو دکھائے تب تب ہی ایک بڑی جماعت انسے مُنہ پھیرنیوالی رہی ہے۔ اٹلی کا زلزلہ جو ۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ء کو آیا واقعی ایک قیامت کا نمونہ تھا اور ایسے زلزلے کیلئے صریح الفاظ میں پیشگوئی خدا کے اس کلام میں موجود تھی جو اسنے اپنے برگزیدہ بندہ حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب پر اُتارا۔ ایک دو آدمیوں نے نہیں بلکہ کُل تاریخ سے واقف لوگوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جسقدر آفت انسانوں پر اس زلزلہ میں آئی ہے اسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں پہلے نہیں ملتی چنانچہ رسالہ ریویو آف ریویوز میں بھی اسی بات کو تسلیم کیا ہے کہ "جب سے نسل انسانی اس زمین پر آباد ہوئی ہے بڑے بڑے زلزلے آتے رہے ہیں۔ مگر جسقدر زمانہ تک تاریخ کی شہادت پہنچتی ہے اس میں کوئی زلزلہ ایسا نہیں پایا جاتا جس سے چشم زدن میں اسقدر انسانی جانیں ضائع ہوئی ہوں" دوسری طرف جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں بھی یہ بات بالصراحت پائی جاتی ہے کہ زلزلۃ الساعۃ یا ایک ایسا خطرناک زلزلہ دنیا میں آئیگا جسکی تباہی کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ہوگی۔

اب جب ایک طرف ہم اس واقعہ کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف پیشگوئی میں اس واقعہ کے متعلق ایسی صراحت دیکھتے ہیں۔ یعنی پیشگوئی کہتی ہے کہ ایسا زلزلہ آنیوالا ہے جسکی تباہی

کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کوئی نہ ہوگی اور دنیا نے خود شہادت دیدی کہ ایک ایسا زلزلہ آیا جسکی تباہی کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کوئی نہیں ملتی تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ کونسا امر مشتبہ باقی رہ جاتا ہے جس سے ایک منکر کو اس نشان سے اعراض کرنیکی راہ مل سکے۔ مگر مینے تعجب سے بعض اعتراض اس پیشگوئی پر پڑھے ہیں جو نہایت ہی بودے ہیں۔ مثلاً ایک اعتراض یہ ہے کہ حقیقۃ الوحی میں حضرت صاحب نے یہ لکھا تھا کہ جسطرح یورپ اور امریکہ میں زلزلے آئے اسی طرح ایشیا میں بھی آئینگے۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ وہ زلزلہ نمونہ قیامت جسکی تباہی کی نظیر دنیا میں نہیں یا اگر ایسے زلزلے ایک سے زیادہ آنیوالے ہیں تو وہ سب کے سب ایشیا میں ہی آئیں گے۔ کتاب حقیقۃ الوحی میں صاف طور پر لکھا ہے "دیا د رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہونگے" اور پھر اسی پیشگوئی میں آخر پر یہ الفاظ ہیں "اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں" اب کسقدر صراحت سے پیشگوئی کہہ رہی ہے کہ ایسے زلزلے یورپ میں بھی آنیوالے ہیں اور ایشیا میں بھی اور جزائر میں بھی۔ اگر کوئی جان بوجھکر آنکھیں بند کرے تو اسے راہ دکھانا مشکل ہے۔ پھر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ زلزلہ نمونہ قیامت ۲۸۔ فروری ۱۹۰۶ء کا زلزلہ تھا۔ یہ بات صداقت سے بالکل بعید ہے۔ حضرت صاحب نے کسی اشتہار میں ہرگز یہ نہیں لکھا کہ زلزلۃ الساعۃ ۲۸۔ فروری ۱۹۰۶ء کو آچکا بلکہ وہ ایک الگ پیشگوئی تھی "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" جو ۲۸ فروری کے زلزلہ سے پوری ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر دکھایا جاچکا ہے پیشگوئیوں میں ایک زلزلہ کی نہیں بلکہ کئی زلزلوں کی خبر ہے۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ کم از کم ایک ایسا زلزلہ آتا جسے زلزلۃ الساعۃ کہا گیا ہے جسکی تباہی کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہ ہو۔ اور ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے بعد کے تو حضرت صاحب کے بہت سے الہامات ہیں جن میں زلزلۃ الساعۃ کی خبر دی گئی ہے کہ وہ ابھی آنیوالا ہے۔ ایسے اعتراض کرنیوالوں کی غرض سوائے اس کے کچھ نہیں کہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالیں۔ ایک ہی نشان نہیں اور بھی کئی نشان ہیں۔ مثلاً حیدر آباد کے طوفان کا نشان۔

؎ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت صاحب نے لکھا تھا کہ متقی بچائے جائیں گے پس جسقدر لوگ دنیا میں اس زلزلہ سے بچ رہے ہیں وہ سب اس پیشگوئی کے مطابق متقی ہوئے۔ یہ عجیب منطق ہے ہاں اگر پیشگوئی میں یہ لفظ ہوں کہ اس زلزلہ سے ساری روئے زمین پر رہنے والے ؎

؎ انسان کل کے کل ہلاک ہوجائینگے سوائے الکے جو خدا کی نظر میں متقی ہیں تو محلِ اعتراض تھا۔ البتہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے حلفی بیان میں عدالت میں متقی کی جو تعریف کی تھی اسکے رو سے تو پہلے ہی کُل دنیا متقی ہے۔ کیونکہ اس تعریف کے رو سے زنا کرنیوالا بھی ایک معنی میں متقی ہے۔ منہ

اسی حقیقۃ الوحی والی پیشگوئی میں حضرت صاحب ہندوستان کو صاف الفاظ میں مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے "نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائیگا" سو کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حیدر آباد کے طوفان نے نوح کے زمانہ کو یاد نہیں دلایا۔ صرف اسوجہ سے کہ وہ عذاب انکے اپنے سر پر نازل نہیں ہوا نادان مخالف اسکو ہنسی میں اڑانا چاہتے ہیں مگر جنکے سروں پر یہ مصیبت گذری ہے انسے پوچھو۔ اس مصیبت کا نقشہ جسنے اسے دیکھا ہے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ شب ہے شب قیامت دن ہے حساب کا دن ہے وقت آگیا سزا کا عہد آگیا جزا کا

ایسا ہی ایران کی موجودہ بےچینی کے متعلق کیسے صاف الفاظ میں حضرت اقدس کی پیشگوئی موجود ہے۔ "تزلزل در ایوان کسریٰ افتاد" اس الہام کے شائع ہونیکے وقت ایران امن کی نیند سوتا تھا مگر اب کیسا تزلزل واقع ہوا ہے کہ خود کسریٰ کا جانشین جلاوطن ہے۔ آج کی تاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری صوبہ خراسان میں انجمن نے بادشاہ کے خلاف اپنی سلطنت قائم کرلی اور انگریزی اور روسی سفارتوں کو اطلاع دیدی ہے کہ وہ بجائے شاہ کے انجمن سے خط وکتابت کریں۔ اور یہ تو ابھی مصائب کا آغاز ہے معلوم نہیں کہ یہ تزلزل جو اسوقت کسریٰ کے محلوں میں پڑا ہے کیا کیا نتیجے دکھائیگا۔ ایسے ہی اور بہت سے نشان ہیں مثلاً تقسیم بنگال کے متعلق حضرت صاحب کا یہ الہام تھا کہ تقسیم منسوخ نہیں ہوگی مگر گورنمنٹ بنگالیوں کی دلجوئی کریگی۔ اس دلجوئی کو ساری ہندوستان نے کیا ہندو اور کیا مسلمان کیا کانگریس والے اور کیا دوسرے لوگ سب نے محسوس کیا ہے اور اسپر خوشی کے نعرے بلند کئے ہیں۔ در اصل اس پیشگوئی کا اثر تو اسیوقت سے شروع ہوگیا تھا۔ کیونکہ جن اصلاحات کا اعلان آج کیا گیا ہے انکے متعلق پہلی تجویز قریب اڑھائی سال آج سے پہلے گورنمنٹ کرچکی تھی۔ اور باہمی خط وکتابت میں یہ معاملات طے ہورہے تھے جیسا کہ آج کے پائونیر سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کیا کسی انسان کی طاقت میں تھا کہ ایسی بات تین سال قبل از وقوع بتادیتا۔ اور پھر دیکھو بنگالیوں نے کسقدر زور لگایا مگر جیسے الہام الٰہی میں خبر دیجا چکی تھی تقسیم بنگالہ منسوخ ہوئی۔ یہ ایک دو نشان نہیں بلکہ ایسے کھلے کھلے نشانوں کی بہت سی مثالیں ہیں مگر اعراض کرنیوالے پہلے بھی ہوتے رہے اور اب بھی ہیں۔ انکا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

صدر انجمن احمدیہ کی ماہوار رپورٹ۔ میرا خیال ہے کہ آئندہ اس رسالہ کے ذریعہ سے ایک مختصر سی ماہوار رپورٹ انجمن کے کاموں کی احباب تک پہنچتی رہے۔ جنوری کے مہینہ میں مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعداد طلباء میں کوئی معتدبہ ترقی نہیں ہوئی اور نہ ہی جن احباب نے جلسہ کے موقعہ پر اپنے بچوں کو یہاں بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ ابھی تک اسکا ایفا فرمایا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ مدرسہ دینیہ کی سکیم اور دیگر امور متعلقہ کیلئے انجمنوں کی خدمت میں درخواست کیگئی تھی اور بعض احباب کو خصوصیت سے خطوط لکھے گئے تھے کہ وہ اپنے مشوروں سے مستفید فرماویں مگر بہت تھوڑے احباب نے اس طرف توجہ فرمائی ہے۔ ۱۰ فروری ان مشوروں کیلئے آخری تاریخ رکھی گئی تھی۔ جسقدر رائیں پہنچ چکی ہیں انپر غور کرنیکے لیئے مجلس معتمدین نے ایک سب کمیٹی مقرر کی ہے جو امید ہے، ۲۰ فروری تک اپنی رائے مجلس میں پیش کرنیکے لیئے بھیجدیگی اور مجلس معتمدین فروری کے اخیر اسپر غور کریگی۔ میگزین کی خریداری میں ایام جلسہ کی تحریک سے خاصی ترقی ہوئی ہے۔ جسقدر رسالہ باہر بھیجا جاتا تھا وہ بدستور جاتا ہے۔ اسکے علاوہ انگریزی میں حضرت اقدسؑ کی جلسہ مہوتسو والے لیکچر کا تین ہزار یا پانچہزار طبع ہونا منظور ہو چکا ہے اور یہ کام عنقریب شروع ہو جائیگا۔ قاعدہ یسرنا القرآن چھپکر تیار ہو گیا ہے کیونکہ مختصر اور عربی کے دونوں حصوں کو ایک جگہ کر دیا گیا ہے۔ قیمت بھی کم کر دیگئی ہے یعنی ۱/ مجلس معتمدین نے بعض احباب کی تحریک پر یہ منظور کیا ہے کہ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ مع کاروائی جلسہ جس میں سب تقریریں یکجا جمع کیجاویں ایک رسالہ کی صورت میں الگ شائع کیجاوے اور صرف لاگت پر فروخت کیجاوے۔

سب سے اہم کام جو اسوقت ہو رہا ہے وہ بورڈنگ ہوس اور مدرسہ کی تعمیر کا کام ہے۔ بورڈنگ ہوس کے نقشہ کے متعلق ضروری امور اپنی جماعت کے سات ماہرین عمارت کے مشورہ سے طے ہو چکے ہیں اور انکے مطابق اخویم منشی نور الدین صاحب نقشہ نویس لائل پور نقشہ تیار کر رہے ہیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ بورڈنگ ہوس کے ایک حصہ کے لیئے پندرہ لاکھ اینٹ بکار ہوگی اس لیئے بھٹہ کا کام جو سال گذشتہ میں شروع کیا گیا تھا مگر بعض مجبوریوں کی وجہ سے وہ رکا رہا اسوقت بسرعت تمام شروع ہے۔ قریب تین لاکھ اینٹ پک چکی ہے۔ اور بارہ لاکھ اور کیلیئے اسوقت کم از کم بارہ ہزار روپے کی اور ضرورت ہے۔ فنڈ تعمیر میں اسوقت صرف پانچہزار روپے کے قریب باقی رہ گیا ہے جو فروری کے اخیر تک قریباً خرچ ہو جائیگا پس سر دست سات ہزار روپیہ یہ چاہیئے اور غالباً تین ہزار بنیاد وغیرہ پر خرچ ہو جائیگا۔ یہ دسہزار روپیہ بہت جلدی بکار ہے احباب خاص توجہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ کام درمیان میں رک جائے جو احباب پہلے وعدے کر چکے ہیں انہیں خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ اگر بھٹہ کے کام میں روپیہ کے موجود نہ ہونیکی وجہ سے کوئی روک واقع ہو گئی تو اس سے قوم کا بہت سا مالی نقصان ہوگا پس جسقدر کوشش اس موقعہ پر چندہ تعمیر کیلیئے احباب [illegible]